

مثالی لوگ

شہید ڈاکٹر مرتضیٰ مطہری



تدوین و ترجمہ: علی قمر

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com <http://fb.com/ranajabirabbas>

مثالی لوگ (۹)

شہید مطہریؒ

ترجمہ

علی قمر

نشر شاہد

- 1..... شہید مطہریؒ امام خمینیؒ کی نظر میں
5..... ہم قربانی کے لئے حاضر اور شہادت کے لئے آمادہ ہیں
6..... حوزہ علیہ اور یونیورسٹی کے درمیان ارتباط
10..... شہید مطہریؒ ایک عرفانی شخصیت
12..... استاد شہید مطہریؒ ایک علمی شخصیت
16..... آزادی شہید مطہریؒ کی نظر میں
21..... مسائل سے نپٹنے کے سلسلہ میں شہید مطہریؒ کا طریقہ کار
26..... شہید مطہریؒ اور خود سازی
28..... شہید مطہریؒ کا طریقہ کار
45..... شہید مطہریؒ اور والدین کا احترام
51..... استاد مطہریؒ اپنی زوجہ محترمہ کی نظر میں
58..... شہید مطہریؒ اور کام میں خلوص
60..... شہید مطہریؒ کا نماز سے عشق
63..... قوی ارادہ

نام کتاب..... مثالی لوگ (شہید مطہریؒ)

مترجم..... علی قمر

تصحیح..... سید نجیب الحسن زیدی

سرورق..... محمد اشرف

ناشر..... نشر شاہد

کمپوزنگ..... وجاہت حسین

Isbn:978-964-394-373-8

مقدمہ ناشر

ایران کے اسلامی انقلاب کی بہت سی برکتوں میں سے ایک ایسے ہمہ گیر چہروں کا ظہور ہے جو پوری ایک ملت کو بیدار کرنے اور اسے نئی زندگی عطا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ تائبانک چہرے ہیں جو ایک طرف بلند اسلامی افکار سے آشنا ہیں اور دوسری طرف میدانِ عمل میں بھی شریعت کی پیروی میں پیشگام ہیں، دشمنانِ دین کے مکرو حیلوں کو بھی جانتے ہیں اور ساتھ ہی محاذِ کفر کے ساتھ برسرِ پیکار رہنے پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور شاید پوری تاریخ میں کبھی بھی امتِ مسلمہ آج کی طرح بڑی شدت کے ساتھ ایسے چہروں کے انتظار میں نہیں تھی۔

اس قسم کے مفکرین ایک خاص قوم و سرزمین سے بالاتر ہیں اور چونکہ یہ لوگ خالص اسلامی فکر کے پرورش یافتہ ہیں لہذا ہر مسلمان کے لئے، چاہے وہ کسی بھی زبان یا قوم سے وابستہ ہو، ایک نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قسم کے تائبانک چہروں کا ہر انسان کا ایک طرہ سے ان

67.....	شہید مطہری کی دوراندیشی
78.....	فراست اور دلالت
81.....	غیرتِ اسلامی
84.....	دینی افکار کو زندہ کرنے میں شہید مطہری کا کردار
94.....	دین کی برتری ثابت کرنے کی فکر
103.....	استاد مطہری کی تدریس کا طریقہ کار
109.....	استاد کی نظر میں مطالعہ کا طریقہ
112.....	استاد کی نظر میں تحقیق کا طریقہ
113.....	علمی و دینی مطالب پیش کرنے کی جدید روش
114.....	یونیورسٹی، عوام اور جوان

شہید مطہری امام خمینی کی تحریکیں

شہید مطہری امام خمینی کے خاص اور بہت معتد شاگرد تھے۔ آپ کی شہادت سے امام خمینی بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے مندرجہ ذیل تعزیت نامہ کی شکل میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا للہ وانا الیہ راجعون

میں اسلام کے عظیم الشان رہبروں اور امت مسلمہ خصوصاً ایران کی مجاہد قوم کی خدمت میں عظیم شہید، مفکر، فلسفی اور عالی مقام فقیہ مرحوم شیخ مرتضیٰ مطہری قدس سرہ کی پر لال اور غم انگیز شہادت پر تعزیت اور مبارکباد پیش کرتا ہوں ایسی شخصیت کی شہادت پر تعزیت کہ جس نے اپنی قیمتی زندگی اسلام کے مقدس اہداف کی راہ میں انحرافات اور خرافات سے جنگ کرتے ہوئے صرف اپنی شخصیت کی شہادت

کی زندگی کے ایسے مختلف حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا ہے جن سے ان کے بلند افکار، دینی بصیرت اور سماجی کردار کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

ہمیں بہت فخر ہے کہ ہم ایسے چند ایک اسلامی مفکرین کے حالات زندگی اردو میں پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اسلامی انقلاب کی کامیابی میں ایک اہم رول نبھایا ہے ہمیں امید ہے کہ مسلمان جوان، ان عظیم ہستیوں کو اپنا آئیڈیل قرار دے کر اسلامی سرحدوں کے اندر، اسلامی فکر کی تقویت اور مذہبی اقدار کی بالادستی کے لئے کوشاں رہیں گے۔

اس مجموعہ کے لئے جن دوستوں نے تعاون دیا ہے ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں خاص کر جناب علی قمر صاحب کا کہ جنہوں نے شہید مرتضیٰ مطہری کے زندگی نامے کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی زحمت اٹھائی ہے۔

انتشارات نشر شاہد

پر تعزیت کہ جو اسلام شناسی اور قرآن اور اسلام کے مختلف علوم و فنون میں کم نظیر تھی۔

میں نے اپنے بہت عزیز بیٹے کو کھودیا ہے اور اس کے غم میں سوگوار ہوں۔ وہ ایسی شخصیتوں میں سے تھا کہ جو میری تمام زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اس عظیم الشان شخصیت اور بزرگ عالم دین کی شہادت سے اسلام میں ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ جسے کوئی چیز پر نہیں کر سکتی۔ میں اس قوم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جس کے پاس ایسی قربانی دینے والی شخصیتیں ہیں جو اپنی زندگی میں بھی اور اپنے مرنے کے بعد بھی اپنے علم کے نور سے عالم کو منور کرتی ہیں میں دین اسلام اور امت مسلمہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جس کی گود میں ایسی اولاد پروان چڑھتی ہے جو اپنی نورانی شعاؤں کے ذریعہ مردوں کو زندگی عطا کرتی ہے اور اندھیروں میں لہدیئے جلاتی ہے اگرچہ میں نے اپنا عزیز بیٹا جو میرے جگر کا ٹکڑا تھا کھو دیا ہے لیکن

پھر بھی مجھے فخر ہے کہ اسلام کے پاس ایسے بیٹے تھے اور ہیں۔ مطہری جو روح کی طہارت، ایمان کی قوت اور بیان کی قدرت میں کم نظیر تھے چلے گئے اور بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہو گئے لیکن ظلم کرنے والے اور براچاہنے والے سن لیں کہ ان کے مرنے سے ان کی اسلامی، علمی اور فلسفی شخصیت نہیں مر سکتی۔ قاتل اسلام کے جیالوں کی اسلامی شخصیت کو قتل نہیں کر سکتے وہ لوگ جان لیں کہ خداوند عالم کے کرم سے ہماری قوم بزرگ شخصیتوں کے چلے جانے سے ظلم، فساد اور استعمار کے خلاف مقابلہ کرنے کے لئے اور زیادہ بہت کے ساتھ آمادہ ہو جاتی ہے، ہماری قوم نے اپنا راستہ پالیا ہے وہ گزشتہ ظالم حکومت اور اس کے طرفداروں کی جڑوں کو نیست و نابود کرنے کے سلسلہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی خاموش نہیں بیٹھتی ہے۔ اسلام نے ہمارے عزیزوں کی فداکاریوں اور قربانیوں کے ذریعہ ترقی پائی ہے اسلام بعثت کے زمانے سے لے کر آج

ہم قربانی کے لئے حاضر اور شہادت کے لئے آمادہ ہیں
میں جمعرات ۱۲ مئی ۱۹۷۹ کے دن کو مجاہد فی سبیل اللہ
شہید مطہری کی تحلیل کی خاطر عزای عمومی کا دن اعلان کرتا ہوں
، خداوند عالم سے اسلام کے اس عزیز فرزند کے لئے رحمت
اور مغفرت اور اسلام کے لئے عظمت اور عزت کا خواہاں ہوں
، سلام ہو راہ حق اور آزادی کی راہ کے شہیدوں پر۔

تک شہادت کی بنیاد پر استوار رہا ہے ، خدا اور مظلومین کی راہ میں
شہادت اسلام کی تعلیمات میں سرفہرست ہے چنانچہ
ارشاد خداوندی ہے:

"وَاللّٰهُمَّ لَاقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَغْفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ" (نساء)

"اور آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور
ان کمزور مردوں ، عورتوں اور بچوں کے لئے جہاد نہیں کرتے ہو
جنہیں کمزور بنا دیا گیا ہے "

یہ لوگ (قاتل) جنہیں اپنی موت اور شکست کا یقین ہو چکا
ہے غیر انسانی جرائم کے ذریعہ انتقام لینا چاہتے ہیں یا اپنے
خیال خام میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو ڈرانا چاہتے
ہیں۔ ہمارے ہر شہید کے ہر قطرہ خون سے مجاہدین پیدا ہوتے
ہیں۔

حوزہ علمیہ اور یونیورسٹی کے درمیان ارتباط

مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر رضاخان یہ چاہتا تھا کہ حوزہ علمیہ اور یونیورسٹی کے درمیان جدائی ڈال دے کیونکہ ان دونوں طاقتوں کے درمیان اتحاد کی صورت میں اس کی حکومت کو خطرہ تھا اسی لئے یہ حکومت مغرب کی پالیسی "اختلاف ڈالو اور حکومت کرو" پر استوار تھی ایسے وقت میں شہید مطہری نے یونیورسٹی کا رخ کیا اور اس فضا میں کہ جس میں یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹ روحانیت کے لباس بیزار سے تھے، آپ نے لباس روحانیت پہن کر انہیں کے درمیان زندگی بسر کی اور وہ بھی اس طرح کہ وہی اسٹوڈنٹ ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی مشکلات میں شہید کی طرف رخ کرنے لگے۔

شہید مطہری کی اس کامیابی کا راز رہبر انقلاب حضرت آیۃ اللہ خامنہ ای کے نزدیک آپ کی جدوجہد اور ان کی شخصیت کی بے نیازی ہے، علمی کاوشیں اس طرح کہ انہوں نے

خود یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی تھی وہاں کے اسٹوڈنٹس کے ساتھ مانوس تھے وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں، انجینیئروں اور ڈاکٹروں وغیرہ کی بزم میں آمد و رفت تھی اور ان کے درمیان ایک مقام رکھتے تھے آپ اس جدید فرہنگ کے درمیان بھی لائق احترام، محبوب اور کامیاب شخصیت کے حامل تھے۔

شہید کی کامیابی کا دوسرا راز آپ کی شخصیت کی بے نیازی ہے اس دوران یونیورسٹیوں کی فضالسی تھی کہ وہاں کے تعلیم یافتہ افراد حوزہ کی تعلیم کو تعلیم نہیں سمجھتے تھے اور حوزہ کے طلاب کو جاہل سمجھتے تھے ایک روحانی کے پاس اٹھنے بیٹھنے کو اپنے وقت کی بربادی سمجھتے تھے اسی طرح حوزہ کی فضا بھی کچھ ایسی ہی تھی علماء حضرات یونیورسٹیوں میں پڑھنے والوں کو بے دین، عوام اور نادان سمجھتے تھے گویا فضا ایسی تھی کی کوئی بھی ایک دوسرے کو قبول کرنے اور ایک دوسرے سے نزدیک ہونے کے لئے تیار نہیں تھا جس کے نتیجہ میں دشمن فائدہ

شہید مطہری ایک عرفانی شخصیت

شہید مطہری جہاں فلسفہ اور منطق میں ماہر تھے وہیں عرفان میں بھی ایک مقام رکھتے تھے۔ حافظ کے عرفانی اشعار کے بہت شیدائے ہر شب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اسی طرح نماز شب کے پابند تھے اور ان کا یہ کام سفر میں بھی ترک نہیں ہوتا تھا۔ ان کے گھر میں بھی فضا حاکم تھی آپ کی زوجہ محترمہ اور آپ کے بچے اسی فکر سے متاثر تھے گھر میں ایک معنوی اور روحانی ماحول تھا۔

شہید کی شخصیت پر اس سلسلہ میں معنوی اور روحانی اساتید کا اثر تھا۔ علامہ آیت اللہ میرزا علی شیرازی کہ ان کی تصویر شہید مطہری نے اپنے خصوصی کمرے میں لگا رکھی تھی۔ جب آپ قم آئے تو امام خمینی کی توجہ کا مرکز قرار پائے۔ امام خمینی آپ کو اپنا بیٹا کہتے تھے۔

شہید کا یہی رابطہ مفسر عظیم الشان اسلام آیت اللہ

اٹھارہا تھا اور حوزہ اور یونیورسٹی کے درمیان دوریاں بڑھتی جا رہی تھیں ایسے وقت میں آپ نے تدریس کے لئے یونیورسٹی کا رخ کیا۔ جب وہاں کے طلاب نے ایک روحانی کواستی صلاحیتوں کے ساتھ دیکھا تو روحانیت کے بارے میں ان کے نظریہ میں تبدیلی آئی اس لئے کہ شہید کے فلسفہ اور دیگر علوم کے دروس اسنے قوی ہوتے تھے کہ حتیٰ یونیورسٹی کے استاد آپ کے درس میں شرکت کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف جب حوزہ کے علماء دیکھتے تھے کہ شہید مطہری جیسا عالم دین اپنی اس عظیم شخصیت کے باوجود یونیورسٹی سے منسلک ہے اور وہاں کے اساتید اور طلاب سے رابطہ رکھتا ہے تو ان کے طرز فکر اور سوچ میں تبدیلی آئی اور اس طرح دونوں ایک دوسرے سے نزدیک ہوئے جس کے نتیجے میں غلط فہمیاں دور ہوئیں اور بعد میں ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی میں حوزہ اور یونیورسٹی شانہ بہ شانہ نظر آئے۔

استاد شہید مطہری ایک علمی شخصیت

"حجت الاسلام والمسلمین علی دوانی کی زبانی ایک مختصر تعارف"

شہید مطہری حقیقی معنی میں عالم تھے آپ ذکر، فکر اور علمی بحث و گفتگو کے عاشق تھے۔ جس کتاب کا بھی مطالعہ کرتے تھے آپ کی نظر میں اس میں جو اہم نکات ہوتے انہیں نوٹ کر لیتے تھے۔

آپ نے شیعہ، سنی مسلم اور غیر مسلم علماء کی کتب حدیث، فقہ، اصول، تفسیر، فلسفہ، منطق، کلام، درایہ، رجال، زندگینامہ، تاریخ، شعر و ادب وغیرہ سب سے استفادہ کیا اور اکثر ان کتب کے مطالب اپنی تقاریر میں بیان فرماتے تھے۔ جب بھی کوئی ان سے بات کرتا آپ اس گفتگو کو علمی رنگ دینے کی کوشش کرتے، یہاں تک کہ روزمرہ کی گفتگو میں بھی حتی الامکان کوشش کرتے کہ آیات روایات،

سید محمد حسن طباطبائیؒ سے تھا۔ آپ علامہ طباطبائی سے فلسفہ کے علاوہ عرفان کا درس بھی حاصل کرتے تھے شہید نے علامہ طباطبائی سے طویل مدت تک شرف تلمذ حاصل کیا ان کے علاوہ آپ نے آیۃ اللہ غنئی قوچانی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا، آقا قوچانی سیاحت شرق اور سیاحت غرب جیسی کتابوں کے مصنف ہیں سیاحت غرب جو عالم برزخ کے حالات پر مشتمل ہے کے بارے میں شہید مطہری فرماتے ہیں کہ یہ کتاب استاد محترم نے اپنے خیالات کے مطابق نہیں لکھی ہے بلکہ اپنے مکاشفات کے مطابق تحریر فرمائی ہے۔

انبیاء ، ائمہ اور علماء کے واقعات وغیرہ کی آمیزش ہو تاکہ بات کرنے والا خالی ہاتھ نہ جائے۔

ایسی ہر علمی گفتگو میں سامنے والے کو غور و فکر، مطالعہ ، کتابوں کی طرف مراجعہ اپنے مطالعات کی خلاصہ نویسی اس کے مباحثہ اور حفظ کرنے کی تاکید کرتے تھے ، انہیں ایسی گفتگو میں مزہ آتا جو علمی اور نئے نکات پر مشتمل ہو۔

آپ یہ دیکھتے کہ بحث علمی ہو اب وہ چاہے شہید اول ، شہید ثانی ، شیخ طوسی وغیرہ کی ہویا پھر ذکارت بیگل ، نیوٹن اور مارکس وغیرہ کی ۔ آپ نہ نظام سرمایہ داری کے موافق تھے اور نہ ہی شوشلزم کے طرفدار، بلکہ میانہ روی کو بہترین طریقہ مانتے تھے۔

جو لوگ پوسٹ و مقام، جاہ و جلال، اور مال و منال کے حصول کی خاطر اسلام کو وسیلہ قرار دیتے تھے اور اسلام کے نام پر اپنے مادی مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے، شہید ایسے لوگوں

کے شدید مخالف تھے اور ایسے لوگ آپ کو ایک آنکھ بھی نہیں بھاتے تھے۔

آپ ایک فلسفی ، فقیہ اور اسلامی دانشور تھے اور بلند افکار اور وسیع دید کے مالک تھے ۔ آپنے آیۃ اللہ بروجردی اور آیۃ اللہ خمینی کی طرح دین اسلام اور مذہب تشیع کی حقیقت کو اپنے پورے وجود کے ساتھ لیں کیا تھا، آپ خدا، آخرت، حساب و کتاب اور قیامت پر حقیقی معنی میں ایمان رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کو اپنا نمونہ عمل قرار دیتے تھے اور ان کی سیرت پر چلتے تھے۔

استاد شہید مطہری مال و منال اور جاہ و مقام کی قطعی فکر نہیں کرتے تھے اسی طرح کبھی نام و نمود اور شہرت کی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی ، او بہبودی کے خواہاں رہتے تھے ، اور بہت سے دوسرے افراد جو مادی اور دنیوی مفادات کے چکر میں رہتے تھے آپ ایسے افراد

آزادی شہید مطہری کی نظر میں

شہید مطہری آزادی بیان اور آزادی فکر کو ایک بلند مقام دیتے تھے آپ قائل تھے ہر انسان کو اپنے عقیدہ کو اظہار کرنے اور اس کو بیان کرنے کا پورا اختیار ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ عقیدہ خود اس کی فکر کا نتیجہ ہو یعنی وہ اپنی تحقیقات اور اپنے تفکرات کے نتیجہ میں اس نتیجہ تک پہنچا ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اپنی رائے کے اظہار اور اپنے عقیدہ کو بیان کرنے میں منافقت کا سہارا نہ لے، بہت سے ایسے عقائد جو اپنے آباء و اجداد کی غلط فکروں کا نتیجہ ہوں یا پرانے اور غلط رسم و رواج سے متاثر ہو کر بنائے گئے ہوں اور اس کے پیچھے کوئی عقلی دلیل نہ ہو ایسے عقائد کھلم کھلا بیان نہیں ہونے چاہئیں، اگر ایسے موقع پر کوئی آزادی بیان کا نعرہ لگا کر اس طرح کی باتوں کو رائج کرنا چاہے تو اس پر پابندی لگنی چاہئے، اس لئے کہ آزادی بیان کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ جو انسان کے

سے بہت دور تھے، اسلام اور شیعہ علماء کی ساکھ کی بقاء کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔

آپ حوزہ علمیہ اور روحانیت کے اندر ایک عظیم اور بنیادی تبدیلی کے لئے بہت کوشاں تھے اور در واقع یہی چیز آپ کے تمام امور اور افکار کا محور تھی۔ آپ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس بات کا خاص طور سے اظہار کرتے تھے کہ حوزہ میں ایک تبدیلی کی ضرورت ہے۔

رکھے بلکہ جو کچھ کہنا ہے جو کرنا ہے اسے اپنے ہی نام سے اور اپنے عقیدے کے نام سے پیش کرے، اسلام اور اسلامی جمہوریہ کا نام لے کر لوگوں کو دھوکا دے دے، وہ بھی اپنی بات پیش کریں ہم بھی اپنی بات پیش کریں، تاکہ لوگ آزادی اور شفافیت کے ساتھ دونوں عقیدوں میں سے اپنی مرضی کے مطابق کسی ایک کا انتخاب کر سکیں،

شہید مطہری کے اس نظریہ کی وجہ یہ تھی اس دوران بعض افراد اپنی ہوا دھوس کے مطابق کسی عقیدہ کو چنتے تھے پھر آیات اور روایات کا سہارا لیتے تھے اور اس کے مطالب کو اپنی مرضی کے مطابق تحریف کر کے اپنے عقیدہ کی تائید کے سلسلہ میں پیش کرتے تھے، شہید ایسے افراد کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، جب تک وہ لوگ منافقت کا سہارا نہیں لیتے تھے، شہید بھی بہت پوری فکری آزادی کا خیال رکھتے ہوئے اور صلح آمیز طریقہ سے پیش آتے تھے لیکن جیسے ہی سامنے والا انفاق

منہ میں آئے کہہ ڈالے۔
 آزادی بیان کی ایک حد ہوتی ہے اور کسی کو بھی اس حد سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہے، شہید مطہری کی نظر میں آزادی بیان کی حد منافقت تھی، آپ قائل تھے کہ جو افراد اسلام اور اسلامی جمہوری کے قائل نہیں ہیں اگرچہ انہیں بھی اپنی رائے کے اظہار کا حق ہے لیکن شرط یہی ہے کہ اول تو وہ رائے ان کی فکر کا نتیجہ ہونے کے اندھی تقلید کا اور دوسرے یہ نفاق کا سہارا نہ لیں، اگر کوئی اسلام یا رسول اکرمؐ پر اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہے اور اس عقیدہ کو بیان کرنا چاہتا ہے تو اپنے عقائد کو اسلام کا نام لے کر نہ پیش کرے، اسلام کے پرچم تلے اور اسلام کی نقاب اوڑھ کر اسلام کے خلاف آواز بلند نہ کرے اگر کوئی اسلامی جمہوری کا مخالف ہے تو امام خمینیؑ کے نام پر اپنے افکار کی ترویج نہ کرے، اپنے جلسات میں اپنے پروگراموں میں امام خمینیؑ کا فوٹو آگے آگے نہ

آپ کے اس رویہ کی وجہ شاید یہ تھی کہ آپ کو اپنے علم اور اپنے تجربات پر پورا اعتقاد تھا، لہذا آپ کے لئے اس میں کوئی پریشانی نہیں تھی کہ اپنے مخالفوں کو موقع دیں آپ مخالفوں کی کمزوریوں کو جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کس شخص کے ساتھ کب، کس طرح سے پیش آنا چاہئے۔

کاراستہ اختیار کرنا چاہتا تھا آپ اتنی شدت سے مقابلہ کرتے تھے کہ آپ کے ساتھیوں کے لئے بھی تعجب کا باعث ہوتا تھا خاص طور سے ان افراد کے لئے کہ جو آپ کو بہت بردبار اور سمجھوتے کی پالیسی اپنانے والا سمجھتے تھے اس سلسلہ میں ہم بطور مثال مجاہدین خلق پارٹی کے ساتھ آپ کے سخت رویہ کو پیش کر سکتے ہیں، کیونکہ آپ جان گئے تھے کہ اس پارٹی کا تعلق مارکسزم سے ہے اور یہ لوگ قرآن اور نوح البلاغہ کو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر شریعتی کو حینہ ارشاد میں لانے والے آپ ہی تھے اس سلسلہ میں آپ کہتے تھے کہ اگر میرا شریعتی سے نظریاتی اختلاف ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر شریعتی دین مبین اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں لہذا انہیں یہ موقع فراہم کرنا ضروری ہے یہ اور بات کہ آپ وقتاً فوقتاً ان کے غلط نظریات پر تنقید اور تبصرہ کرتے رہتے تھے۔

پارٹی کے مقابلے پر آئے تو لوگوں کے درمیان آپ کی محبوبیت کافی گھٹ گئی، کیونکہ وہ لوگ جوانوں اور یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کے درمیان نفوذ رکھتے تھے جس کا فائدہ اٹھا کر انھوں نے شہید کو خوب بدنام کیا، جبکہ وہ ایسا موقع تھا کہ سیاسی اعتبار سے لوگوں کے درمیان مقبولیت کی کمی یا زیادتی کافی اہمیت رکھتی تھی۔

آپ طرف مقابل کی عوام میں پکڑ دیکھتے تھے اور یہ دیکھتے کہ اسکی باتوں سے عام لوگوں کے بھگنے کا کتنا امکان ہے اگر لوگوں میں اسکی کوئی پکڑ نہیں ہوتی تو آپ اسکی باتوں کے جواب میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی علی لحاظ چاہے کم ہی ہو لیکن لوگوں میں اس کا نفوذ ہو تو لوگوں کے بھگنے کے امکانات پائے جاتے تو آپ پوری قوت سے اس کے مقابل میں ڈٹ جاتے اور اچھی بری فکر کو لوگوں کے سامنے اجاگر کر دیتے تاکہ لوگ خود حق و باطل کا فیصلہ کر سکیں۔

مسائل سے بچنے کے سلسلہ میں شہید مطہری کا طریقہ کار شہید مطہری عام طور سے مسائل کو حل کرنے کے لئے مثبت رویہ اختیار کرتے تھے، معاشرہ کے ضروری مسائل کا بہت دقت سے جائزہ لیتے اور حتی الامکان ان کے حل کرنے کی کوشش کرتے تھے آپ کی پوری کوشش ہوتی کہ کہیں سختی سے کام نہ لینا پڑے اور نرمی کے ساتھ مسائل حل ہو جائیں، لیکن جہاں سختی کی ضرورت ہوتی وہاں آپ پورے اعتماد اور پوری قوت کے ساتھ میدان میں آجاتے اور کبھی یہ نہ سوچتے کہ کہیں اس سے لوگوں کے درمیان میری محبوبیت کم نہ جائے، آپ کا ہدف یہ تھا کہ برے کو نہیں بلکہ خود برائی کو معاشرے سے اکھاڑ پھینکیں، اور اسلام اور احکام اسلام معاشرہ میں رائج ہوں۔

لوگوں کے درمیان میری بدنامی ہوگی یا نیک نامی اس کی آپ کو فکر نہیں تھی، یہی وجہ تھی کہ جب آپ مجاہدین خلق

البتہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ناسمجھی اور ناتجربہ کاری کی بنیاد پر دشمن کی خود مدد کر بیٹھتا ہے مثلاً ایک منحرف شخص نے پچاس لوگوں کے مجمع میں کوئی بات کہی تو اس کی تاثیر انہیں پچاس لوگوں تک محدود رہے گی لیکن اگر اس کو اچھا نا شروع کر دیں کہ فلاں شخص تو ایسا ہے اور اس کی ایسی فکر ہے! اس نے فلاں بات کہی وغیرہ اور ان باتوں کو اخبار اور ریڈیو، ٹیلیویشن تک پہنچادیں تو اب اس شخص کی بات لاکھوں لوگوں تک پہنچے جائے گی، شہید مطہری ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اقدام کرتے تھے، اور صرف اتنی ہی حد تک اس شخص پر تنقید کرتے کہ بات سبھلنے نہ پائے۔

مسائل سے بچنے کے سلسلہ میں ہر گز غصہ یا اسٹرس سے کام نہ لیتے حالانکہ مخالفین کی کوشش یہی رہتی کہ کس طرح آپ کو غصہ دلا کر اپنی مرضی کے مطابق باتیں اگوالیں لیکن آپ نہایت سنجیدگی بے حد متانت اور بہت سوچ سمجھ کر قدم

اٹھاتے تھے۔

یہاں تک کہ اپنے روزمرہ کے مسائل اور گھریلو معاملات میں بھی کسی نے آپ کو غصہ ہوتے ہوتے نہیں دیکھا کبھی اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے ہٹ دھری یا تندہی سے کام نہ لیتے، ہمیشہ منطقی گفتگو کرتے اور دلیل کے ذریعہ اپنی بات ثابت کرتے کیونکہ کبھی اپنی ذات کے بارے میں نہیں سوچتے تھے بلکہ اسلام اور انقلاب اسلامی آپ کی فکر کا محور تھا اور جو کچھ اس سلسلہ میں انجام دیتے تھے خدا کی قربت کے لئے انجام دیتے تھے آپ کی اسی نرمی کی وجہ سے بعض لوگ آپ کو حتیٰ ضد انقلاب کہنے لگے تھے کہ یہ تو یونیورسٹی میں درس دیتے ہیں لہذا حکومت سے ملے ہوئے ہیں ساداک سے ان کی سانٹھ گانٹھ ہے لیکن آپ بہت صبر و تحمل کے ساتھ ان تہمتوں کو برداشت کر لیتے اور کسی رد عمل کا اظہار نہ کرتے جب کے احباب آپ سے اس سلسلہ میں کہتے کہ آپ خاموش کیوں

شہید مطہری اور خود سازی

شہید مطہری کی روزمرہ کی زندگی میں، خاموشی، ذکر خدا اور نماز شب آپ کی عادت بن چکی تھی، اکثر "افوض امری الی اللہ، ان اللہ بصیر بالعباد" کا ورد کرتے رہتے۔

جب حسینہ ارشاد میں آپ کی بے حرمی ہوئی اور بہت سے لوگوں نے آپ پر بے جا الزامات لگائے تو آپ کو بہت زیادہ روحانی اذیت ہوئی اور آپ عرفان کی طرف اور زیادہ متوجہ ہوئے اس سلسلہ میں آپ نے اپنے استاد محترم آیۃ اللہ علامہ سید محمد حسین طباطبائی سے مشورہ کیا کہ کسی انسان کا تعارف کرائیں تاکہ آپ ان کی شاگردی اختیار کر سکیں۔

علامہ طباطبائی نے سید محمد حسین تہرانی کی طرف آپ کی رہنمائی فرمائی، آیۃ اللہ تہرانی اگرچہ سن کے لحاظ سے بھی شہید مطہری سے چھوٹے تھے اور علمی اعتبار سے بھی کم لیکن صفات و کمالات کے عنوان سے انسان کامل کے صفات کے حامل

ہیں تو آپ جواب دیتے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمام باتیں واضح ہو چلیں گی اور لوگ سمجھ لیں گے کہ کون انقلابی ہے اور کون غیر انقلابی، لوگ آیۃ اللہ طالقانی اور آقای منتظری سے آپ کا مقابل کرتے کہ یہ لوگ انقلاب کے لئے بہت کام کرتے ہیں اور مطہری اس سلسلہ میں کچھ نہیں کرتے تو آپ اپنے احباب کو یہ کہہ کر چپ کر دیتے کہ آیۃ اللہ طالقانی اور آقای منتظری نے مجھ سے زیادہ زحمت اٹھائی ہے اور جیل بھی گئے ہیں لہذا حق یہی ہے کہ لوگ ان کو مجھ سے زیادہ مانیں، آپ یہ چاہتے تھے کہ کام ہونا چاہئے نام چاہے کسی کا ہو۔

شہید مطہری کا طریقہ کار

امام خمینیؑ کی رہبری میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد شہید مطہریؒ کی عقیدتی اور سیاسی جنگ کھلے عام شروع ہو گئی اس سلسلہ میں آپ امام خمینیؑ کی ہدایتوں کا سہارا لیتے تھے، اس لئے کے آپ نے درحقیقت انہیں کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔

آپ کی عقیدتی جنگ اس طرح تھی کہ آپ اسلامی مسائل کے بارے میں اپنے نئے نظریات اور نئی فکر پیش کرتے تھے جو سختی فکر کے افراد کے نظریوں سے میل نہیں کھاتی تھی لہذا ان میں بعض آپ کی مخالفت میں کھڑے ہوئے اور آپ پر مختلف طرح کے الزامات لگا کر آپ کو بدنام کرنا شروع کر دیا، ان اختلافات میں ان افراد نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دیا جو آپ کے افکار سے متفق تھے اور آپ سے دوستی اور ہمدردی کا دم بھرتے تھے کیونکہ مقابل میں ایسی شخصیتیں

تھے، لہذا اس دن کے بعد سے شہید مطہریؒ نے آپ کی شاگردی اختیار کر لی اور بہت خلوص اور پورے اعتماد کے ساتھ آپ کی مریدی میں رہے۔

۱۔ سیاسی محاذ اور حکومت سے مقابلہ: شاہ کی ظالم و جابر حکومت آزادی کی فکر رکھنے والے تمام افراد کی نگرانی کرتی تھی، حکومت کی ساواک نام کی جاسوسی ایجنسی کے پاس ایسے تمام افراد کی فائلیں موجود تھیں، ساواک ان تمام افراد کے فکری رجحانات کو جانتی تھی ان میں سے ہر ایک کو ایک خاص طریقہ سے انڈر پریشر رکھتی تھی اور شیطان کی طرح ہر وقت انکی تاک میں لگی رہتی تھی اور ان کی تمام کاروائیوں پر نظر رکھتی تھی اور جہاں خطرہ محسوس کرتی ان افراد کے سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دیتی، شہید مطہری بھی انہیں افراد میں سے ایک تھے اسی لئے انقلاب سے ایک سال پہلے آپ کی تقاریر پر پوری طرح پابندی لگادی گئی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ حسینہ ارشاد اور دیگر مساجد و امامبارگاہوں کے جو آپ اور آپ کے ہم فکر افراد کے محاذ کے طور پر جانی جاتی تھیں انہیں بند کر دیا جاتا تھا۔

یونیورسٹی کے بعض استاذہ کو عقیدتی اور علمی اعتبار سے

تھیں جن کے سامنے آواز اٹھانا آسان نہیں تھا، ان لوگوں نے ان اختلافات کو نظریاتی اختلاف کے بدلے عقیدتی اختلاف کا نام دیا۔

یہ اختلاف اس وقت اور زیادہ شدت اختیار کر گیا جب حسینہ ارشاد کی تاسیس ہوئی اور شہید مطہری نے ڈاکٹر شریعتی کو وہاں تقاریر کرنے کی دعوت دی، ڈاکٹر شریعتی قدیم اور سنی فکر کے مخالفت تھے اور اسلام کے اعتقادی، تاریخی اور دیگر مسائل میں جدید نظریات پیش کرتے تھے حالانکہ شہید مطہری ڈاکٹر شریعتی کے تمام نظریات سے متفق نہیں تھے اور خود ان کی مخالفت کرتے تھے لیکن چونکہ انہیں حسینہ ارشاد میں لانے والے آپ خود تھے لہذا سنی فکر والے افراد ڈاکٹر شریعتی کے افکار کو آپ کے نظریات قرار دیتے تھے، یقیناً شہید مطہری کی زندگی کا یہ دور سب سے زیادہ بحرانی دور تھا اس دور میں آپ کو تین محاذ پر مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔

کو لکھنے اور تحقیقی کاموں میں صرف کرتے تھے لیکن ایسا نہیں تھا کہ آپ مصلحت اندیش ہوں اور خطروں سے پرہیز کرتے ہوں جیسا کہ بعض افراد کا خیال تھا، یہ شیعہ آپ نے ائمہ معصومین سے سیکھا تھا جس طرح ائمہ کے زمانے کے افراطی انقلابی شیعہ ائمہ علیہم السلام کو کھلم کھلا حکومت سے مقابلہ نہ کرنے کی وجہ سے برا بھلا کہتے تھے اور ان کی شان میں گستاخی کرتے تھے اور ائمہ معصومین ان لوگوں کے باتوں سے متاثر ہوئے بغیر خالص اسلام کی ترویج میں مشغول تھے اسی طرح شہید مطہری معترضین کے اعتراضات سے بے پرواہ ہو کر انقلاب کی راہ میں اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کا سیاسی طریقہ کار ایک منطقی اور ہدف مند طریقہ کار تھا وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں حملہ اور ہٹ دھرمی کا رویہ اختیار نہیں کرتے تھے اور انقلابی ہونے کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے آپ کا نظریہ یہ تھا کہ مقابلہ صحیح

شہید مطہری کے خلاف درغلبران کے مقابل میں لاکھڑا کیا۔ کئی سال تک یونیورسٹی میں آپ کو تدریس نہیں کرنے دی، یہاں تک کہ جب ۱۳۴۳ ش.ق. میں استاذہ کی ترقی کی نوبت آئی تو جو افراد آپ سے علمی لحاظ سے کم تھے ان کی ترقی کردی گئی اور آپ کو ترقی سے محروم رکھا گیا۔ اگرچہ آپ کے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن اس طرح آپ کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی البتہ بعد میں آپ نے اپنے علم کے بل بوتے پر ان تمام استاذہ پر اپنی برتری ثابت کی اور حکومت کے اہل کاروں کو منہ کی کھانا پڑی۔

آپ کا حکومت کے خلاف مقابلہ کا طریقہ کار منفرد تھا آپ ظاہر ایک پرسکون، سیاست سے دور اور تحقیق اور تالیف سے کام رکھنے والے آدمی تھے اور اپنی انقلابی سرگرمیوں کو غیر انقلابی یہاں تک کہ ان انقلابیوں سے بھی جو ہدایکیوں کو نہیں سمجھتے تھے پوشیدہ رکھتے، یہ ٹھیک ہے کہ آپ اپنے اکثر اوقات

کے لئے بہت کوششیں کیں اور جہاں بھی انہیں شہید کر کیا جاتا فوراً وہاں پہنچتے ان سے تبادلہ خیال کرتے یہی طریقہ کار آپ اپنے دوسرے روحانی دوستوں کے ساتھ بھی اپناتے۔

اس کے علاوہ کبھی کبھی ایسی انقلابی سرگرمیاں کرتے جن سے حکومت پہلوی غصہ میں تھج و تاب کھا کر رہ جاتی مثلاً انقلاب کی کامیابی کے کچھ سال پہلے شہید مطہری، علامہ طباطبائی اور سید ابوالفضل زنجانی کے دستخط کے ساتھ پوسر شائع ہوا جس میں ملک بدر اور پریشان حال فلسطینیوں کے لئے مدد کی درخواست کی گئی تھی آپ مشہد اور قم کے مراجع تقلید سے مل کر ان کو مؤثر اقدام کرنے پر آمادہ کرتے تھے ہمیشہ امام خمینیؑ سے رابطہ رکھتے تھے اور آپ سے ملنے نجف اور بیرس جاتے رہتے اور بہت سے ایسے کام انجام دیتے جس سے انقلاب پر آپ کے اعتقادات کا پتہ چلتا ہے لیکن جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے جوش

نقشہ کے مطابق اور پوری طرح سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے اسی صورت میں اس سے کوئی نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے آپ کی نظریں مقابلہ سے پہلے مقدمہ چینی کی ضرورت تھی اور وہ یہ کہ مقدمات صحیح اسلامی فکر کے مطابق ہونے چاہئیں اگر اعلانیہ مقابلہ اور جہد کی ضرورت ہو تو وہاں اعلانیہ جنگ کی جائے جیسا کہ آپ نے کیا بھی اور اسی وجہ سے آپ کو کئی مرتبہ جیل بھی جانا پڑا ۲۵۱ خرداد کے حادثہ کے موقع پر آپ اور آپ کے ساتھی دومہینہ تک جیل میں رہے اور اس کے بعد بھی مختلف موقعوں پر آپ نے قید کی مشقتوں کو برداشت کیا، لیکن آپ بے جا غصہ اور آپے سے باہر ہو جانے کے مخالف تھے اور جوش کے ساتھ ہوش سے کام لینے کے قائل تھے اور پلاننگ کے ساتھ آگے بڑھنے کے قائل تھے۔ اور ہمیشہ اس طریقہ کار کی اپنی پوری قوت کے ساتھ حمایت کرتے تھے اسی وجہ سے آپ نے اپنے دوستوں خاص طور سے منتظری صاحب کی رہائی

حفاظت کے لئے جی جان سے کوشش کی جائے یا اپنے آپ کو سیاسی حالات کے سپرد کر دیا جائے اور انتظار کیا جائے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، پھر اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگ لیا جائے بظاہر نماز و روزہ بھی ہو اور عزاداری امام حسین علیہ السلام بھی، لیکن نہ اس نماز و روزہ میں روح ہے اور نہ عزاداری میں جان کیونکہ نہ امام حسین علیہ السلام کی شناخت ہے اور نہ ہی آپ کے مقصد سے واقفیت، بس چونکہ ہمارے آباء و اجداد مجلسیں کرتے چلے آ رہے ہیں لہذا ہم بھی کر رہے ہیں۔

یہ محاذ وہ تھا کہ جہاں مقابلہ کرنا سیاسی محاذ پر مقابلہ کرنے سے کہیں زیادہ سخت تھا، یہاں زیادہ صبر اور تحمل کی ضرورت تھی، شہید مطہری اس محاذ پر دیگر تمام افراد سے زیادہ صبر و تحمل کے ساتھ مقابلہ پر اترے اس لئے کہ یہ مقابلہ مذہبی تھا اور یہی انقلاب کی بنیاد رکھ رہا تھا آپ اس مقابلہ کو اپنے اصلاحی پروگراموں کا اصلی خط مانتے تھے کہ جس کا ایک نتیجہ

کے ساتھ ہوش نہیں کھوتے تھے اور بے ہودہ قسم کے کاموں سے پرہیز کرتے مثلاً اسلامی انجمنوں کی کانفرنس کہ جس کی بنیاد خود آپ ہی نے ڈالی تھی اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے جب اس میں بے ہودہ اور بغیر سوچے سمجھے طریقہ سے حکومت کے خلاف کاروائی ہونے لگی تو آپ نے اس میں شرکت کرنا بند کر دیا اگرچہ بہت سے لوگوں کے لئے یہ بات تعجب خیز تھی لیکن جب انہوں نے باریکی سے دیکھا تو شہید کے اس عمل کو بالکل صحیح اور بر محل پایا کیونکہ آپ انقلاب کی مستحکم بنیاد رکھنے کی کوشش میں تھے تاکہ انقلاب کی اسلامیت محفوظ رہے۔

۲: روایتی اسلام کے طرفدار یعنی اسلام میں پرانے ریتی رواج اور غیر معقول باتوں کی طرفداری کرنے والوں کے خلاف محاذ، روایتی اسلام سے مراد یہ ہے کہ آباء و اجداد کی قائم کردہ جاہلانہ رسم و رواج پر باقی رہا جائے اور ان رسومات کی

طرف مائل ہو گئے ہیں، شہید مطہری اس طرح کے الزامات کو یہ سوچ کر برداشت کر لیتے کہ میری کیا اوقات ہے جب میرے آقا اور مولا حضرت علی علیہ السلام کو بھی الزامات سے معاف نہیں کیا گیا۔

کہیں خوارج اپنی بے عقلی اور کم مانگی کی بنیاد پر آپ کو کافر کہہ رہے تھے تو کہیں اہل شام معاویہ کے پروپیگنڈے کی بنیاد پر آپ کی مسجد میں شہادت کی خبر کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اور کہہ رہے تھے کہ علی علیہ السلام کو مسجد سے کیا کام!!

۱۳۵۰ھ ش. میں مشہد یونیورسٹی میں شیخ طوسی کی ہزارویں کانفرنس منعقد کی گئی اور شہید مطہری کو اس میں تقریر کی دعوت دی گئے آپ نے بادل ناخواستہ اس میں شرکت کی اور "شیخ طائفہ کا اجتہاد میں مقام" کے عنوان کے تحت تقریر کی جس کو بہت پسند کیا گیا جب آپ تہران واپس

سیاسی اور اجتماعی اصلاح ہے لہذا اس میدان میں تہمتوں اور الزام تراشیوں کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے تھے اور اسی عاقلانہ طریقہ کار کے مطابق مردانگی کے ساتھ ڈٹے رہتے تھے اس میدان میں حق کا مقابلہ حق سے ہی مشابہ چیز کے ساتھ تھا آپ نے اس سلسلہ میں بہت مصیبتیں برداشت کیں اور آپ کو ایسے ایسے افراد سے چوٹ پہنچی جو سالوں سے آپ کے احباب کے زمرے میں آتے تھے اور پاس اٹھنے بیٹھنے والے تھے، انہوں نے آپ کے حق کو پامال کیا اور جدید نسل اسلامی کی پرورش میں آپ کے کردار کو دھندلا کرنے کی کوشش کی، آپ اس کا اصلی محرک حکومت شاہ اور عالمی دہشت گرد اسرائیل حکومت کو ماننے تھے کہ جن کے چند نکوں میں خریدے ہوئے چند خود فروش ان کی فکروں کو اسلامی سوسائٹی میں پھیلا رہے تھے، ایسے ہی لوگ تھے جو شہید مطہری پر طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے انہیں میں سے ایک الزام یہ تھا کہ مطہری تو اہل سنت کی

مثال لوگ تو کم از کم مشہور اور رائج نظریات کے خلاف تو تھے ہی، اور بعض اوقات یہ لوگ اپنے ان نظریات پر اصرار بھی کرتے تھے، شہید مطہری ان حالات سے کبھی کبھی اتنے پریشان ہو جاتے کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں، اس لئے کہ آپ ایک جانے پہچانے روحانی تھے اور روحانیت کے احترام کو پوری طرح محفوظ رکھتے تھے، اور چاہتے تھے ہمیشہ ایک روحانی کے عنوان سے ہی لوگوں کے درمیان زندگی بسر کریں، آپ قم سے تہران ہجرت کرنے سے پہلے یہ چاہتے تھے کہ بازاری لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اور یونیورسٹی اور مدرسہ کی حد تک محدود رہ کر تحقیقی امور میں مصروف رہیں، لیکن تہران میں مختصر قیام کے بعد جب لوگوں سے آپ کا رابطہ ہوا تو آپ سمجھے کہ عوام ایک ایسی طاقت ہے جس کی مدد سے بڑے سے بڑا کام انجام دیا جاسکتا ہے اور اس سے دور رہ کر کوئی بھی کام نہیں ہو سکتا، لہذا آپ روز بروز لوگوں سے مانوس ہونے کے ساتھ

آئے تو خبر ملی کہ مشہد میں یہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ مطہری نے اپنی تقریر کے دوران اہل سنت کے خلفاء کی تعریف کی ہے آپ نے اپنے ایک شاگرد کو اپنی اس تقریر کے کیسٹ لے کر مشہد بھیجا تاکہ آپ کے ناقدین کو جواب دیا جاسکے۔

۳: اپنے ہی محاذ پر لڑنے والے کج فکر افراد سے مقابلہ، یقیناً کتنا سخت ہے کہ انسان مد مقابل کی محاذ پر موجود دشمنوں سے مقابلہ کیساتھ ساتھ خود اپنی ہی صف میں اختلافات اور جنگ وجدال سے دوچار ہو جائے اس سلسلہ میں شہید مطہری کا مقابلہ دو طرح کے افراد سے تھا، ایک وہ گروہ جو سلیقہ اور طریقہ کار کے لحاظ سے آپ کا مخالف تھا اور دوسرا وہ گروہ جو قرآن اور روایات سے ایسے ایسے نکات نکالتے جن کا حقیقت اسلام اور روح اسلام سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں تھا، اسی طرح یہ لوگ تاریخی، اجتماعی، سیاسی، اعتقادی اور اقتصادی مسائل میں ایسے ایسے نظریات پیش کرتے کہ اگر وہ خلاف واقع بھی نہیں تھے

پیدائش سے پہلے شہید مطہری پر خدا کی عنایت

شہید مطہری کی والدہ محترمہ اپنے اس فرزند کے بارے میں فرماتی ہیں: ابھی مرتضیٰ کی ولادت میں دو مہینہ باقی تھے ایک شب میں سوئی ہوئی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی محفل برپا ہے، محلہ کی تمام عورتیں مسجد میں جمع ہیں اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل میں ایک قسم کی نورانیت پھیل گئی ہے میں نے دیکھا کہ ایک مقدس خاتون مکمل حجاب کیساتھ محفل میں تشریف لائی ان کے ساتھ دو اور عورتیں تھیں اس مقدس خاتون نے اپنے ساتھ آنے والی دونوں عورتوں سے کہا کہ اس محفل میں تمام خواتین کے اوپر گلاب چھڑکوادوہ دونوں گلاب چھڑکنے لگیں جب میری باری آئی تو اس مقدس خاتون نے کہا اس کے اوپر تین بار گلاب چھڑکوادوہ سن کر جہان محفل میں موجود دیگر خواتین کو تعجب ہوا وہیں میں بھی حیرت و استعجاب میں ڈوب گئی، میں نے سوچا کہ شاید میرے گناہ زیادہ ہیں اس لئے میرے لئے ایک بار گلاب پاشی کافی نہیں

پر امید ہوتے گئے، کبھی کبھی آپ فرماتے تھے کہ اگر عوام کسی کام کو کرنے پر تمل جائے تو معجزہ دکھاسکتی ہے۔

لہذا آپ کی کوشش یہی تھی کہ عوام منتشر نہ ہونے پائے اور لوگوں کا روحانیت پر اعتماد نہ اٹھنے پائے، اور اس کیلئے ان کے جذبات کی قدر، ان کے احساسات کا احترام اور اس کے منطقی رسم و رواج کا پاس رکھنا ضروری تھا۔

آپ کے بعض جذباتی ساتھی ان باتوں کو نہیں سمجھتے تھے اور جذبات میں آکر اس طرح کے کام کر بیٹھتے جس سے عوام کے احساسات کو ٹھیس پہنچتی تھی ایسے موقع پر شہید مطہری کی ذمہ داری دینی ہو جاتی تھی ایک تویہ کہ اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے سے دور نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ظاہر ہے تنہا کوئی کام نہیں کیا جاسکتا اور دوسرے یہ کہ عوام کی خاطر آپ کو ان نظریات کی صفائی دینا پڑتی تھی۔

شہید مطہری اور والدین کا احترام

انسان کی ترقی اور کامیابی میں ایک بڑا مددگار اور مؤثر وسیلہ والدین کی دعا ہے۔ بہت سے بزرگ علماء اپنی توفیقات کو والدین کی دعاؤں کا مہر ہوں منت مانتے ہیں مرحوم علامہ مجلسی جو کثرت تالیفات میں عالم اسلام میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اپنی اس توفیق کو اپنے والد بزرگوار کی دعاؤں کا نتیجہ مانتے ہیں۔ صاحب مرآۃ الاحوال فرماتے ہیں: علامہ مجلسی سے جو معجزہ نما امور سرزد ہوئے ہیں بطور مسلم ان کے والد کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ اسی لئے اولاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کا احترام کرے انہیں اپنے سے ناراض نہ ہونے دیں خداوند عالم نے جو والدین کے احترام کی اتنی تاکید کی ہے شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ انسان اپنے والدین کا احترام کرے تاکہ ان کی دعائے خیر سے محروم نہ رہے۔

شہید مطہری اپنے والدین کا اتنا احترام کرتے تھے کہ

ہے اس لئے اس خاتون نے تین بار چھڑکنے کا حکم دیا ہے، یہ سوچ کر میں بہت غمگین اور پریشان ہوئی، جب مجھ سے رہانہ گیا تو میں نے اس خاتون سے سوال کر ہی لیا کہ آخر آپ کے اس رویہ کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے بہت خوش ہو کر جواب دیا کہ تمہارے شکم میں جو یہ بچہ ہے اس کی وجہ سے میں نے یہ حکم دیا ہے وہ ایک شاندار مستقبل کا مالک ہے اور آئندہ اسلام اور اسلامی معاشرے کی بہت خدمت کریگا، یہ سن کر میں بہت خوش ہوئی اور سجدہ خالق میں اپنی جبین نیاز کو جھکا دیا اور سجدہ شکر ادا کیا۔۔۔ تبھی میں خواب سے بیدار ہو گئی اور پھر سجدہ معبود میں سر جھکا دیا۔

آخر کار اس عظیم شخصیت نے ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۳۸ھ کو عالم وجود میں قدم رکھا اور ایک بال ایمان گھر کی نورانیت میں اور اضافہ کر دیا۔ (مطہری مطہر اندیشہ، ج ۱، ص ۱۸)

شیخ محمد حسین مطہری دامت برکاتہ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں کہ پہلی بار جن کے ایمان، تقوا اور سچائی نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کی۔

شہید مطہری کے ایک فرزند جناب مجتبیٰ مطہری فرماتے ہیں: میں نے متعدد مرتبہ اپنے والد محترم والد بزرگوار کے سامنے تواضع اور ایک خاص احترام کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب ہم کبھی اپنے اجدادی وطن فریمان جاتے تو آپ تاکید فرماتے کہ پہلے والد محترم کی خدمت میں حاضری دینا اس کے بعد کوئی اور کام کرنا، اور جب آپ کے والدین کی خدمت میں پہنچتے تو ان کے ہاتھوں کو چومے اور ہم سے بھی کہتے کہ ان کے ہاتھوں کا بوسہ دیں۔

مجتبیٰ مطہری فرماتے ہیں کہ اگر میں کبھی اپنے والدین کی کسی بات سے ناراض ہو جاتا تو آپ مجھ سے فرماتے پینا! انسان کو کبھی اپنے ماں باپ کی بات سے ناراض نہیں ہونا چاہئے

دوسرے لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے آپ کے طالب علمی کے زمانہ کے تقریباً سترہ خطوط موجود ہیں جو آپ نے اپنے والد بزرگوار جو خود ایک بڑے عالم اور خدا ترس انسان تھے کو لکھے ہیں اور ہر خط میں اپنے والد کو "روحی فداک" (میری جان آپ پر فدا ہو جائے) کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: شہید مطہری کے والد بزرگوار ایک ایسے عالم دین تھے جو زہد اور تقوا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے، شہید مطہری اپنے والد محترم کا حد سے زیادہ اور بے نظیر احترام کرتے تھے آپ کبھی اپنے والد کے سامنے مذاق نہیں کر سکتے تھے اور جب ان کی خدمت میں جاتے بہت مؤدبانہ اور محترمانہ سے حاضر ہوتے۔

آپ اپنی کتاب "داستان رستان" کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں "میں اس ناچیز کو شش کو اپنے پدر بزرگوار جناب

کاموقع نہیں دیا۔

آپ اپنے والد بزرگوار کے بارے میں فرماتے ہیں: میرے والد محترم ہمیشہ صبح کی اذان سے دو گھنٹہ اور شب جمعہ تین گھنٹہ پہلے بیدار ہوجاتے، روزانہ کم از کم ایک پارہ قرآن کی تلاوت فرماتے، اور بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ نماز شب پڑھتے، اپنی آخری عمر میں کہ جب آپ کی عمر سو سال سے زیادہ ہو چکی تھی کبھی میں نے نہ دیکھا کہ آپ رات میں اطمینان کی نیند نہ سوتے ہوں، یہ اسی معنوی لذت کا نتیجہ تھا جو آپ رکھتے تھے کوئی شب ایسی نہیں گزرتی تھی کہ اپنے والدین اور دیگر ذوی الحقوق کے لئے دعا نہ کرتے ہوں۔ (شیخ شہید ص ۲۲)

دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: کبھی کبھی میں اپنے اسرار و جود اور اپنے کاموں کے بارے میں غور کرتا ہوں تو احساس کرتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ برکتیں اور خدا کا خاص لطف، والدین کے احترام کی وجہ سے ہے۔

والدین ہمیشہ اپنی اولاد کی بھلائی چاہتے ہیں۔ (سرگزشت حای ویرہ از زندگی استاد مطہری، ج ۲، ص ۱۵۱)

شہید مطہری جہاں خود اپنے والدین کا خیال رکھتے تھے وہیں اپنی زوجہ محترمہ اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے، شہید مطہری کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں: شہید کی والدہ اپنی ساری بہوؤں کے درمیان مجھے زیادہ چاہتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی میں بھی آپ کا بہت احترام کرتی تھی اور ان کی ضرورت کا خیال رکھتی تھی، کیونکہ شہید اس سلسلہ میں بہت حساس تھے اور اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ ان کی ماں کی شان میں گستاخی اور ان کی خدمت میں کمی نہ ہونے پائے، ایک مرتبہ مجھے کسی بات پر آپ کی والدہ سے ایک چھوٹی سی شکایت ہو گئی، آپ اتنا انداز ہوئے کہ پورے ایک دن مجھ سے بات نہیں کی، اس سے میں نے اپنی ماں کے سلسلہ میں آپ کے احترام کا اندازہ لگایا اور پھر کبھی شکایت

استاد مطہری اپنی زوجہ محترمہ کی نظر میں

کسی انسان کی حقیقت سے سب سے زیادہ اس کے نزدیکی رشتہ دار اور دوست و احباب واقف ہوتے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے زوجہ سے زیادہ اور کوئی شوہر سے نزدیک اور اس کے اخلاق و کردار سے آگاہ نہیں ہو سکتا لہذا شہید مطہری کے بارے میں دقیق جان کاری کے لئے ان کی زوجہ کی زبانی ان کی زندگی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

شہید مطہری کی زوجہ فرماتی ہیں: استاد مطہری خود تو چلے گئے لیکن اپنے پیچھے معنویات چھوڑ گئے، آپ بہت زیادہ دور اندیش اور ذہین تھے جو چیز ہم آئینہ میں نہیں دیکھ سکتے تھے آپ اسے پتھر میں دیکھ لیتے تھے، آپ تعجب خیز تقویٰ کے مالک تھے میں نے ان کے ساتھ ۲۶ سال زندگی بسر کی ہے اس دوران کبھی چوبیس گھنٹہ کے اندر آدھا گھنٹہ سے زیادہ آپ کو بغیر وضو نہیں دیکھا۔ ہمیشہ خود بھی با وضو رہتے تھے اور دوسروں

کو بھی با وضو رہنے کی تاکید فرماتے تھے وقت کو منظم کرنے میں بہت ماہر تھے، اپنے وقت کو اس طرح منظم کرتے تھے کہ اپنے تمام کاموں کو پوری طرح سے انجام دے لیتے تھے گویا خدا نے آپ کے وقت میں برکت دے رکھی تھی، حادثات سے کبھی نہیں ڈرتے تھے اور تمام کاموں میں خدا پر توکل رکھتے تھے، جموٹ اور غیبت سے شدت کے ساتھ پرہیز کرتے تھے صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے ہمیشہ ایک جملہ کی تکرار کرتے رہتے تھے جو ہمارے ذہن میں بھی بس گیا تھا وہ یہ کہ "ہر حال میں یہ خیال رکھو کہ خدا کے بندے ہو اور خدا تمہارے تمام اعمال کا شاہد اور دیکھنے والا ہے، اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"

خواتین سے مربوط مسائل میں مجھ سے مشورہ کرتے تھے، مثلاً اپنی کتابیں "مسئلہ حجاب" اور "نظام حقوق زن در اسلام" چھپنے سے پہلے مجھ دکھائی تاکہ اس پر نظر ثانی کروں

تھے مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں اپنی ایک بیٹی کے پاس مصطفیان گئی ہوئی تھی کچھ دن بعد اپنی ایک جاننے والی خاتون کے ساتھ واپس آئی، صبح ہونے والی تھی جب میں گھر میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ بچے سوئے ہوئے ہیں لیکن استاد مطہری جاگے ہوئے ہیں چائے تیار ہے اور پھل اور مٹھائی دسترخوان پر لگائے ہوئے میرے منتظر ہیں، میری سکیلی کو یہ سب دیکھ بہت تعجب ہوا اور حیرت سے کہنے لگی "کیا سبھی مولوی اتنے اچھے ہوتے ہیں"

دعا سلام کے بعد استاد مطہری بہت سنجیدگی کے ساتھ مجھ سے کہنے لگے آپ آئی ہیں اور یہ بچے ابھی تک سوئے ہوئے ہیں آپ کے استقبال کے لئے بھی حاضر نہیں ہوئے، میں یہ سوچ کر فکر مند ہوں کہ کبھی آپ سفر سے واپس آئیں اور میں نہ ہوں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ کے استقبال کے لئے نہ آئے۔ ایک بار ہم کربلا کے سفر سے واپس آئے تو ایک دو بچے

بہت زیادہ مؤدب اور منکسر مزاج تھے میرے لئے مہربان، شوہر اور بچوں کے لئے فداکار باپ تھے، بعض اوقات بہت زیادہ کام اور فکری مشغولیت کی وجہ سے بہت تھکاوٹ اور سر درد کی شکایت کرتے تھے لیکن اس کے باوجود بہت اطمینان اور ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ہماری باتوں کو سننے اور مناسب رہنمائی کرتے، آپ حقیقت میں میری زندگی میں ایک حقیقی معلم کی حیثیت رکھتے تھے۔

ہمیشہ اطمینان اور انکسار کے ساتھ میرے ساتھ پیش آتے آپ نے گھر میں ایسا ماحول بنا رکھا تھا کہ بچے متقی اور پرہیزگار رہیں، یہ انہیں کے اخلاق اور کردار کی تاثیر تھی کہ ہمارے بچے اپنے باپ کے کردار کے پیروکار اور حق کے راستے پر رواں دواں ہیں۔

شہید مطہری میرے ساتھ اتنے قریب اور اتنے مخلص تھے کہ میرے غم اور میری پریشانیوں کو کو برداشت نہیں کر پاتے

سورہے تھے آپ بہت ناراض ہوئے اور غصہ میں ان سے کھاجب تمہاری والدہ کربلا سے آئیں تو ان کے استقبال کے لئے کیوں نہیں آئے؟۔ جب آپ جمعرات اور جمعہ کو قلم جاتے تھے میں آپ کے لباس کو دھو کر مرتب کرتی ان کا کمرہ صاف کرتی اور آپ کا انتظار کرتی رہتی تھی۔

آپ کی محبت اور خلوص کے بارے میں جتنا کھاجائے کم ہے اکثر صبح کو آپ ہی چائے بناتے، مجھے یاد نہیں کہ اپنی پوری زندگی میں کبھی آپ نے مجھ سے ایک گلاس پانی بھی مانگا ہو، عورتوں پر ظلم کو سن کر بہت غمگین اور پریشان ہو جاتے تھے کہتے تھے عورتوں کا استحصال نہیں ہونا چاہئے،

میرے اور شہید کے درمیان محترمانہ اور مخلصانہ روابط تھے ایک عجیب محبت اور خلوص ہمارے درمیان تھے اپنی گفتگو میں خدا کے مقرب بندوں اور اولیاء الہی کا تذکرہ کرتے رہتے تھے سادہ لیکن پر معنی مثالوں اور حکایتوں کے ذریعہ مجھے تقویٰ

اور فضائل روجی کی طرف دعوت دیتے رہتے اگر میں کبھی دنیاوی مسائل کا تذکرہ کرتی اور مادی مشکلات کی شکایت کرتی تو مجھے یہ شعر پڑھ کر سنا تے:

اگر لذت ترک لذت ہدائی ہرگز لذت نفس لذت نخوانی
"اگر لذتوں کو ترک کرنے کی لذت سے آشنا ہو جاؤ تو اس نفس کی لذتوں کو کبھی لذت نہیں کہو گی"

آپ مشکوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ صابر تھے اور سخت سے سخت مسئلہ کو بھی آسانی کے ساتھ حل کر دیتے اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی مشکل ہمارے سامنے پہاڑ کے برابر سخت ہوتی لیکن اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کرتے تو مسکرا کر فرماتے، کوئی بات نہیں جلدی ہی یہ مشکل حل ہو جائے گی۔

آپ کے قول اور فعل میں اختلاف نہیں پایا جاتا تھا، بچوں کو اور ان کی تربیت کو دیکھ کر ان سے باتیں کر کے بہت خوش رہتے، آپ کی بہت زیادہ مصروفیات اور مطالعہ کی کثرت کی

شہید مطہری اور کام میں خلوص

خلوص ایک ایسا کسر ہے جس کے ذریعہ عبادت خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لائق بن جاتی ہے، خلوص کے بغیر ایسا ہی ہے جیسے ریت کا گھروندہ بنا دیا جائے اور ایک عاقل انسان ریت کے گھروندے کو زندگی گزارنے کے قابل نہیں سمجھتا بلکہ اس کی حقیقت بچوں کے کھلونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے بالکل اسی طرح عقلمند عبادت گزار بندے خلوص کے بغیر عبادت اور پاک نیت کے بغیر خدا سے راز و نیاز نہیں کرتے۔ اور جب انسان مخلص ہوتا ہے تو خدا قرآن مجید میں اس کی یوں تعریف کرتا ہے "واذکرنی الکتاب موسیٰ انه کان مخلصا وکان رسولانیا" (مریم/۵۱)

اے پیغمبر! اس کتاب (قرآن) میں موسیٰ کا تذکرہ کرو! اس لئے کہ وہ ایک مخلص بندے، رسول اور نبی تھے، شہید مطہری اولیاء اور انبیاء کی سیرت کے مطابق خلوص کو ہاتھ سے نہیں

دجہ سے آپ کو ازدواجی مسائل کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود گھروالوں کی فکری اصلاح کے سلسلہ میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

شہید مطہری کا نماز سے عشق

شہید مطہری نماز کے سلسلہ میں بہت سنجیدہ تھے جس طرح ائمہ معصومین نماز کے وقت کسی دوسرے کام کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اسی طرح شہید مطہری نماز کو ہمیشہ اول وقت ادا کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی اس بات کی تاکید کرتے تھے، چاہے کتنا بھی ضروری کام ہو اگر نماز کا وقت ہو گیا تو اسے فوراً ترک کر دیتے تھے۔

نماز کو پورے خضوع و خشوع اور اس کے تمام آداب کے ساتھ بجالاتے تھے آپ گھر کے لباس میں نماز نہیں پڑھتے خاص طور سے صبح کی نماز عام لوگ سونے کے لباس ہی میں پڑھ لیتے ہیں، لیکن استاد مطہری عبا قباہین کر اور عمامہ لگا کر نماز پڑھتے تھے، تاکہ پوری آمادگی اور اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی جاسکے اور یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ نماز ایسے ہی ایک معمولی کام ہے۔

جانے دیتے تھے، آپ کہتے تھے : کام کو اپنے لئے کرنا نفس پرستی، دوسرے انسانوں کے لئے کرنا بت پرستی، اپنے اور دوسرے سب کے لئے کرنا شرک اور صرف اور صرف خدا کے لئے کام انجام دینا توحید اور خدا پرستی ہے۔

انقلاب کے بعد بھی بڑی بڑی ذمہ داریاں شہید مطہری کے سپرد کی گئیں آپ کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی ان کا نام نہ آنے پائے، آپ کہتے تھے کہ کام ہونا چاہئے نام چاہے کسی کا بھی ہو، حسین، ارشاد میں ڈاکٹر شریعتی کے آجانے سے جوانوں کے درمیان آپ کی شہرت پر کافی اثر پڑا تھا لیکن آپ اس کی فکر نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کا پورا ہم و غم یہی تھا کہ اسلامی افکار لوگوں تک منتقل ہونی چاہئیں چاہے کسی کے بھی ذریعہ ہوں۔

رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے بیدار کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے میں عثمان بن حنیف مولائے کائنات کا نمائندہ ہوں، مولانا تمہیں حکم دیا ہے کہ اٹھو اور نماز شب پڑھو، اور یہ خط تمہارے لئے دیا ہے میں نے اس خط کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا "ہذہ برایۃ من النار" (یہ جہنم سے نجات کا پرہیز ہے) اچانک میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا کہ شہید مطہری مجھے جگا رہے ہیں، ان کے ہاتھ میں ایک پانی کا لونہ ہے آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں اٹھو اور آج تمہارا بہانہ نہیں چلے گا اس لئے کہ یہ پانی میں نہر سے بھر کر لایا ہوں (مدرسہ فیضیہ ایک نہر کے کنارے واقع ہے اب وہ ندی خشک ہو چکی ہے)

شادی کے بعد بھی آپ کے اس راز و نیاز اور نماز شب میں کمی واقع نہیں ہوتی آپ نے نماز شب کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر رکھا تھا آپ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ہم اکثر اس کمرہ سے آپ کے گریہ کی آواز سنا کرتے تھے۔

استاد مطہری واجب نمازوں کے علاوہ نوافل کا خاص خیال رکھتے تھے، خاص طور سے نماز شب کا اور نماز شب آہ وزاری گریہ اور مناجات کے ساتھ ادا کرتے تھے، نماز شب کے وقت اپنے دوستوں کو یہ کہہ کر جگاتے تھے "سوئیں نہیں اس سے شیطان خوش ہوتا ہے" آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ فرماتے ہیں: یہ شخص آدھی رات کو آہ وزاری کے ساتھ نماز شب پڑھتا تھا اور اس طرح گریہ کرتا تھا کہ اس کی آواز سے لوگ نیند سے بیدار ہو جاتے تھے۔

آپ کے ایک دوست نقل کرتے ہیں آپ نماز شب، ذکر خدا میں شب بیداری اور خدا سے راز و نیاز کے بہت پابند تھے شروع ہی سے مجھے نماز شب کی تاکید کرتے رہتے تھے کہتے تھے نماز شب سے انسان میں معنویت پیدا ہوتی ہے اور روح کو تازگی ملتی ہے میں یہ بہانہ بنا دیتا تھا کہ مدرسہ کے حوض کا پانی گندہ اور کھار ہے اس سے میری آنکھوں کو نقصان ہوتا ہے ایک

قوی ارادہ

دینی اقدار کی بقا میں ثابت قدمی خدا کے خاص بندوں کے عزم محکم اور قوی ارادہ کی دلیل ہے، شہید مطہری کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ قرآن اور اسلام کی حریت میں پوری قوت کے ساتھ میدان میں آجاتے تھے، آپ کو اسلام کے بارے میں کسی بھی طرح کا انحراف برداشت نہیں تھا، لہذا نہ اور منافقانہ فکر کے مقابل میں اپنے پورے وجود کے ساتھ ڈٹ جاتے تھے ایک بار اپنے دوستوں سے فرمایا: میں ان منافقوں سے مقابلہ کروں گا، ممکن ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں لیکن مجھے جو کہنا ہے وہ کہتا رہوں گا اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کے لئے خطرناک ہیں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم پمفلٹ نکالتے رہیں اور ان لوگوں کے بارے میں دینی نظریہ لوگوں کے سامنے واضح کرتے رہیں۔

استاد مطہری دو غلے قسم کے حریت پسند افراد کی ان موذی

حرکتوں کے سامنے پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ ڈٹ گئے جو انقلاب اسلامی کی کامیابی کے اوائل ہی میں اس انقلاب کی اسلامی صورت کو مسخ کرنے کی غرض سے انجام دی جا رہی تھیں، اس سلسلہ میں آپ کو مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا اور لڑائیوں کا بھی لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

فکری مستقل مزاجی

استاد مطہری کی ایک خصوصیت تھی کہ آپ فکری اعتبار سے مستقل مزاج اور حق پسند تھے، ہمیشہ حقیقت کو دیگر عوامل پر ترجیح دیتے تھے دوسروں کی بات کو منصفانہ اور نقادانہ نظر سے دیکھتے تھے اسی فکری مستقل مزاجی کی وجہ سے اپنے استادوں کی گفتگو پر بھی تبصرہ کرتے تھے لیکن استاد کے احترام اور ان کی عظمت کا خاص رکھتے تھے ایسا نہیں تھا کہ استاد کہ توہین یا حقارت مقصود ہوتی آپ کی نظر میں علمی مباحث اپنی جگہ تھے، لیکن استاد کی عظمت اور ان کا احترام اپنی جگہ۔

گا اور حقیقت کو اس کی محبت پر قربان نہیں کروں گا یہی بات شہید مطہری کی کتابوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے لیکن اتنے احترام اور اتنی خوبصورتی سے کہ پڑھنے والا اندازہ بھی نہیں لگا پاتا کہ شہید نے یہاں استاد کی بات کو قبول نہ کرتے ہوئے اپنا نظریہ بیان کیا ہے۔

آپ ملا صدرا کے فلسفی نظریوں کے اگرچہ حامی تھے لیکن جہاں ان کی بات حقیقت سے ٹکراتی ہوئی نظر آئی وہاں تبصرہ کرنے سے باز نہ آئے، اسی طرح اپنے عظیم الشان استاد اور اپنے زمانے کے جانے مانے اور بے نظیر فلسفی حضرت آیت اللہ علامہ محمد حسین طباطبائی کہ جن کے نظریات ہی کے گرد شہید مطہری کے فلسفیانہ نظریات گردش کرتے ہیں اور آپ کی فلسفیانہ فکر انہیں کے نظریات کی مرہون منت ہے، پھر بھی آپ نے علامہ کے نظریات کی موٹ گانی کرتے ہوئے قلم اٹھایا ہے اور آپ کے نظریہ "اخلاق کی جاودانی" پر تبصرہ فرمایا ہے۔

ارسطو کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ وہ افلاطون کے بارے میں کہتے تھے میں افلاطون سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن حقیقت سے افلاطون سے زیادہ محبت کرتا ہوں یعنی اگر افلاطون کہیں خطا کر جائے اور غلطی سے کوئی بات کہہ جائے تو میں اس کی محبت میں حقیقت کا دامن نہیں چھوڑوں

یہ نعرہ لگاتے پھرینگے ہم نے انقلاب برپا کیا ہے، اس بارے میں آیت اللہ مہدوی کنی فرماتے ہیں: استاد مطہری دس سال کی بات کو ہم سے پہلے سمجھ لیتے تھے۔

امام خمینیؑ کے بعد جس نے سب سے پہلے منافقوں اور مارکسیسٹوں کی جماعت کی حقیقت کو جانادہ شہید مطہری ہی کی ذات تھی آپ اسلامی معارف نئے مکاتب فکر اور مختلف گروہوں کی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ نے سب سے زیادہ ان لوگوں پہچانا، کیونکہ آپ نے ان لوگوں کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا تھا اور ان کے مقاصد سے واقف تھے، ۱۳۵۴ ش. میں استاد مطہری نے منافقوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا: اس گروہ کے لیڈر شاہ سے بھی بدتر ہیں اور اسی وقت آپ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ لوگ مارکسیسٹ ہیں اور اسلام کو اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

شہید مطہری کی دوراندیشی

شہید مطہری ایک دوراندیش اور مستقبل پر نظر رکھنے والے مفکر تھے کوئی بھی کام بغیر سوچے سمجھے انجام نہیں دیتے تھے، ہمیشہ اس بات پر نظر رکھتے تھے کہ کس کام میں کس وقت کس سے اور کس طرح کام لیا جائے، کس گروہ سے کام لینا چاہئے اور کس گروہ سے نہیں لینا چاہئے، اسی وجہ سے آپ کی ایک صفت یہ تھی کہ آپ مستقبل کے حادثات کے بارے میں مطمئن رہتے تھے، آپ ایرانی انقلاب کے سلسلہ میں بھی ہر کسی سے مدد لینے کے قائل نہیں تھے آپ کہتے تھے ہمارا مقصد شاہ کو ایران سے بھگانا نہیں ہے کہ بلکہ اسلام کو رائج کرنا ہے، لہذا ایسے لوگوں کو اپنے سے دور کرنا چاہئے جو بظاہر تو ہمارے موافق ہوں لیکن درحقیقت اسلام کے سلسلہ میں مخلص نہ ہوں، اس لئے کہ اس طرح اسلامی انقلاب کے بعد بھی اسلامی قوانین کا اجرا نہیں ہو پائے گا اور بے دین لوگ

انتھک کوشش

حوزہ علمیہ اور اسلام کی بالیدگی کے سلسلے میں شہید مطہری کی انتھک کوشش زبان زد خاص و عام تھی فقہ، اصول، فلسفہ و دیگر علوم کے حصول میں اپنی آخری حد تک محنت کرتے تھے، شہید قدوسی فرماتے ہیں: مدرسہ فیضیہ میں شہید مطہری کی پڑھائی میں محنت ہم سب کو تعجب میں ڈال دیتی تھی، جب آپ نے اصول و فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی تو آپ کہتے تھے کہ اس علم میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو میں نے نہ پڑھی ہو، اس وقت علم میرے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم ہو چکا ہے میں اس میں جس طرح بھی چاہوں تجزیہ و تحلیل کر سکتا ہوں۔ (مطہری مطہر اندیشہ، ج ۱، ص ۱۳۸)

تہران کی تیس سالہ زندگی میں آپ نے تعلیم و تعلم، تحقیق، تالیف اور درس و تدریس کے علاوہ کچھ نہیں کیا خود اپنے بقول انہوں نے اپنے آپ کو پڑھائی لکھائی میں قید کر دیا تھا کبھی

اسی طرح آپ نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے کئی سال پہلے ہی بنی صدر کی ذہنیت اور اس کے اہداف کو سمجھ لیا تھا جب وہ یورپ میں تھا آپ فرماتے تھے میں آئندہ کے بارے میں اس شخص سے ڈرتا ہوں، یہ شخص مستقبل میں لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔

آپ کی دوراندیشی ذہانت اور مستقبل پر نظر کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے دوستوں کو مہدی ہاشمی سے خبردار رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے اور یہ کہتے تھے یہی شخص "مروحوم" مٹس آبادی کا قاتل ہے کئی سال بعد اس کی حقیقت کھل کر سامنے آئی اور وہ پکڑا گیا، اس کا جرم ثابت ہو گیا اور اسے پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ آپ دوسروں سے جلدی خطروں کو بھانپ لیتے تھے جس کے نتیجے میں پہلے ہی سے ان سے مقابلہ کرنے کی پلاننگ بنا لیتے تھے۔

ایک ایک ہفتہ گھر سے باہر نہیں آتے تھے اگر گھر کے ضروری کام نہ ہوتے اور لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ نہ ہوتا تو بغیر کسی وقفہ کے مطالعہ اور تحقیق میں لگے رہتے، کبھی کبھی تھکاوٹ کی وجہ سے کان سننا بند کر دیتے اور پیر بدن کا بوجھ اٹھانے کی تاب کھو بیٹھتے کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس حد تک مطالعہ کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: موت کی حد تک۔

شہید اکر مفتح فرماتے ہیں کہ جب شاہ کی حکومت سے جنگ اپنے اوج پر تھی تو اس دوران شہید مطہری نے مجھ سے فرمایا: خدا کی قسم اگر امام خمینیؑ فتناب ہو جائیں اور انقلاب کامیاب ہو جائے تو مجھے کسی پوسٹ یا مقام کی ضرورت نہیں ہے، مجھے اپنی یہی درس و تدریس کی زندگی پسند ہے میرے لئے لائبریری سب سے بڑی دولت ہے میں یہی چاہتا ہوں کہ کتابیں لکھتا رہوں اور اسلام کا دفاع کرتا رہوں، لہذا مجھے اس انقلاب سے کوئی ذاتی اور مادی غرض نہیں ہے۔

آپ نے اپنے والد بزرگوار کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں: میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ زندگی میں کسی کا محتاج نہیں ہوں بقدر کافی روٹی روزی کا انتظام ہے اپنی اور اپنے بچوں کی سلامتی اور صحت کے لئے بھی وسائل ہیں، ظاہر کسی کا حق بھی میری گردن پر نہیں ہے، اپنی زحمت کی روٹی کھاتا ہوں خدا کا شکر کہ میری آبرو اور حترام محفوظ ہے۔ (شیخ شہید، ص ۲۲)

آپ کا یہ خط آپ کی جفاکش اور پرکار زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔

شہید مطہری اور آزادی فکر

استاد مطہری اپنی زندگی کے مختلف مراحل اور مختلف میدانوں میں کامیابی سے ہمکنار رہے اور اس کامیابی کی ایک بڑی وجہ آپ کی آزادی فکر ہے آپ کی اسی صفت اور جذبہ نے آپ کو حقیقی معنی میں محقق بنادیا ہے آپ کا جذبہ تحقیق و جستجو ہی تھا کہ آپ کے علمی کارنامے دوسروں کے نظریات کی

جانے والے شکوک اور شبہات سے گھبراتے نہیں تھے بلکہ ان کا استقبال کرتے تھے اور ان کو اسلام کی بالیدگی اور سرفرازی کا ذریعہ سمجھتے تھے، آپ نے بارہا اس بات کی تاکید کی ہے کہ: میں معاشرے میں شکوک پیدا کرنے والے افراد سے کبھی بھی نہیں ڈرتا بلکہ خوش ہوتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایسے افراد کا وجود اسلام کے چہرے کو اور زیادہ واضح اور روشن کرنے کا سبب ہے وہ شکوک ایجاد کرنے والے وہ افراد کہ جو دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مقالے لکھتے ہیں ان کا وجود بس اس وقت خطرناک ہے کہ جب دین میں صاحبان علم کا فقدان ہوں یا وہ بے روح ہو گئے ہوں اور جواب دینے سے عاجز ہوں لیکن اگر علماء کے اندر اتنی صلاحیت ہوں کہ شبہات کا جواب قاعدہ سے دے سکیں تو اس سے اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔

آپ کی ایک بار صفت یہ تھی کہ دین اسلام اور عقائد اسلامی کے شدید حمایتی ہونے کے باوجود اسلام اور قرآن

تقلید کے مرہون منت نہیں تھے بلکہ خود آپ کے تحقیقی نظریات پر مشتمل تھے جن سے آپ کی خلافت جھلکتی تھی۔ اور چونکہ آپ آزاد فکر تھے اس لئے کسی دوسرے کی افکار کی کمر سے پرہیز کرتے تھے لہذا انے اور ابتکاری نظریات پیش کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے آثار آج تک تازہ ہیں۔

آپ ایک مفکر تھے اسی وجہ سے اپنے نظریات کو دوسروں کی تنقید اور تبصرہ کے لئے پیش کرتے تھے، تاکہ بحث اور گفتگو ہو غلطیاں دور ہوں اور حقیقت اپنے شفاف چہرے کے ساتھ واضح ہو کر سامنے آجائے، ہر میدان میں آپ کے نظریات تبصرہ اور تنقید کی کسوٹی پر پرکھے ہوئے ہیں چاہے وہ فلسفی نظریات ہوں جیسے: اصول فلسفہ اور شرح منظومہ، چاہے فقہی ہوں جیسے سود اور بیمہ کے بارے میں اور چاہے اجتماعی موضوع کے متعلق ہوں جیسے عورتوں کے حقوق کا نظام۔

استاد مطہری اسلامی معارف کے بارے میں پیش کئے

مخالفت کرنے والے افراد کے مقابل میں شرح صدر سے کام لیتے تھے اور ان کو کافر اور شرک گردانے کے بجائے ان کے اعتراضات کا خندہ پیشانی کے ساتھ علمی اور منطقی جواب دیتے تھے۔

انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد آپ ہمیشہ یہ تاکید کرتے تھے کہ اب زمانہ آئیہا ہے علماء اسلام علم اور منطق کے اسلحہ سے لیس ہو کر میدان افکار میں اتر پڑیں، انقلاب کے بعد آزادی فکر کا دور آئے گا، مختلف قسم کی متضاد فکریں عرصہ وجود میں قدم رکھیں گی، ایسے موقع پر تلواریں کام نہیں آئے گی کہ بلکہ درس و کتاب کے میدان میں قلم کی شمشیر فتح و شکست کو طے کرے گی۔

لہذا استاد مطہری متضاد افکار کے مقابلہ کا صحیح راستہ ان پر پابندی عائد کرنا نہیں سمجھتے تھے، بلکہ چاہتے تھے کہ علماء اپنے آپ کو گزشتہ کے مقابلہ میں دسیوں گنا زیادہ علمی اعتبار سے

مسلح کر کے اسلام کے دفاع کے لئے ہمہ وقت حاضر رہیں فکری تصادم کے اوج کے زمانے میں انقلابی اور جوشیلے جوانوں سے آپ تبادلہ نظر کیا کرتے تھے، اور کہتے تھے میں جوانوں اور اسلام کے طرفداروں کو خبردار کرتا ہوں کہ یہ خیال مت کرنا کہ اسلامی عقائد کے تحفظ کا طریقہ یہ کہ دوسرے عقیدوں پر پابندی لگادی جائے، اسلام کے تحفظ کا فقط ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے علم، یعنی دوسرے نظریات کو بھی پوری آزادی دو لیکن بہترین طریقے سے ان کا مقابلہ کرو۔ (پیرامون انقلاب اسلامی، ص ۱۹)

استاد مطہری اجتماعی آزادی کو انسان کا پیدا نشی حق مانتے تھے اور کہتے تھے کہ انسان کو یہ حق خدا نے دیا ہے اور دین بھی اس سے اس کے اس حق کو نہیں چھین سکتا جب کہ مغربی طرز فکر رکھنے والے سوچتے تھے کہ اگر خدا کو مان لیا جائے تو گھٹ گھٹ کر زندگی بسر کرنا ہوگی اور اگر اجتماعی زندگی چاہئے

فراست اور ذہانت

استاد شہید مطہری کی کامیابی کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ آپ مشکلات کے سامنے گھبرانے کے بجائے ذہانت سے کام لیتے تھے آپ اپنی فراست کے درجہ سے بے دینوں اور مارکسیسٹوں کی طرف سے پیش کی جانے والی مشکلات کو پہلے ہی سے سمجھ جاتے تھے اور بروقت ان کا حل تلاش کر لیتے تھے، آپ کمیونسٹوں اور مارکسیسٹوں کی کتابوں کا وقت کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ شروع میں تو اسلام کے نام پر لوگوں کو جمع کرتے ہیں لوگوں کے پسندیدہ نعرے لگاتے ہیں اور جب اقتدار حاصل کر لیتے ہیں تو کھلم کھلا اسلام کے خلاف میدان میں اتر پڑتے ہیں، آپ نے یونیورسٹی کے شعبہ دینیات میں اپنی تقریر میں فرمایا: دو تین دن پہلے کچھ مارکسیٹ جوانوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا وہ کہہ رہے تھے حضور! اگر یہ نعرہ "اتحاد، مقابلہ، آزادی" لگایا جائے تو آپ کی

تو خدا کا انکار کرنا ہو گا، لہذا انہوں نے خدا پرستی پر اجتماعی آزادی کو ترجیح دی۔

لیکن اگر دین اسلام کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جتنی آزادی اور آسانی دین اسلام میں ہے کسی اور دین میں نہیں، خدا پرستی اور اجتماعی آزادی میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا دینی مقابہ ہمیشہ آزادی کے ترجمان رہے ہیں لیکن مغرب میں اس کو الٹا کر کے پیش کیا گیا تاکہ نہ صرف دین اسلام بلکہ آہستہ آہستہ ہر دین سے جدا ہو کر مادہ پرست ہو جائیں۔

میں فرماتے ہیں: انقلاب کی ابتدا میں میڈیا میں کچھ منافق لوگ نفوذ کر گئے تھے، ایک بار انہوں نے ایک ٹی وی پروگرام میں "جمہوری اسلامی ایران" سے لفظ اسلامی کو حذف کر دیا، اس کے دوسرے دن جب ہم امام خمینیؑ سے ملنے گئے تو میں نے دیکھا کہ استاد مطہری وہاں موجود ہیں اور اسی موضوع پر گفتگو چل رہی ہے آپ فرما رہے تھے کہ میں پہلے ہی کہہ رہا تھا میڈیا کو ایسے لوگوں کے وجود سے پاک ہونا چاہئے۔

نظریں کیا برائی ہے؟ میں نے کہا کوئی برائی نہیں ہے انہوں نے یہ کہا تو پھر اگر یہی نعرہ ہم دونوں کا مشترک طور پر ہونا چاہئے، میں نے پوچھا: جب تم یہ کہتے ہو کہ "مقابلہ" تو کیا یہ بھی واضح کرتے ہو کہ کس سے مقابلہ، تمہارا مطلب یہی ہوتا کہ حکومت سے مقابلہ اور اس سے بڑھ کر مذہب سے مقابلہ، کیا ایسا نہیں ہے کہ تم لوگ اپنی بات کو بیٹھے بیٹھے ڈھکے چھپے الفاظ میں لپیٹ کر پیش کرتے ہو تاکہ دیندار لوگوں کو دھوکا دیکر اپنے پرچم تلے اکٹھا کر سکو، میں یہ شعاردے سکتا ہوں لیکن میرا جو بھی مقصد ہو گا میں اسے پہلے ہی سے صاف صاف بیان کر دوں گا۔ (پیرامون انقلاب اسلامی، ص ۱۲)

استاد مطہریؒ مخرف گروہوں کی حقیقت کو پہلے ہی سمجھ گئے تھے اور ان کے ارادوں کے بارے میں پیشین گوئی بھی کر چکے تھے یہ آپ کی فراست اور وسیع مطالعہ کا نتیجہ تھا۔

شہید محلاتیؒ استاد مطہریؒ کی فراست اور ذہانت کے بارے

اسلام کے خلاف نئے نئے افکار کا مقابلہ کرتے تھے صرف استاد مطہری ہی تھے جنہوں نے اس زمانے میں اسلام کی خالص اور ہر طرح کی کیونزم اور مارکسیزم افکار سے بے بہرہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کی، ایک جلسہ میں ڈاکٹر شریعتی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمارا ایک دشمن ہے اور ایک رقیب، دشمن سرمایہ داری کا نظام ہے اور رقیب مارکسیزم ہے "یعنی ڈاکٹر شریعتی مارکسیزم کو اسلام کا دشمن نہیں بلکہ رقیب سمجھتے تھے، استاد مطہری اسی جلسہ میں اس بات کے خلاف ڈٹ گئے اور آپ نے وضاحت کی کہ یہ بات درست نہیں ہے، دشمن سے آپ کی کیا مراد ہے؟ مارکسیزم بھی اسلام دشمن ہے بلکہ مارکسیزم اپنے الحادی اور توحید مخالف نظریات کی وجہ سے اسلام کا کھلا ہوا دشمن ہے، یعنی استاد مطہری اسلام کے سلسلہ میں اتنی ظریف باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے (پارہ ای از خورشید، ص ۱۹)

غیرت اسلامی

غیرت انسانی وجود میں ایک الہی امانت کے عنوان سے ودیعت کی گئی ہے تاکہ انسان اس کے ذریعہ اپنی جان، مال اور غیرت کی حفاظت کر سکے، یہ غیرت ہی ہے جو انسان کو اپنی اور اپنی ناموس کی آبرو کی حفاظت پر آمادہ کرتی ہے، اور ان سب سے بڑھ کر انسان کے دین کو محفوظ رکھتی ہے، اگر انسان غیرت دینی رکھتا ہے تو پھر وہ دین کی حفاظت کے لئے اپنی جان و مال اور عزت کو بھی قربان کر دیتا ہے۔

شہید مطہری کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ غیرت دینی اور غیرت اسلامی سے سرشار تھے آپ اسلام اور قرآن کے سلسلہ میں کوئی سمجھوتا نہیں کرتے تھے اور اگر اس میں ذرا سا بھی انحراف دیکھتے تو فوراً رد عمل ظاہر کرتے، آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ فرماتے ہیں: اس خطرناک اور گھٹن کے دور میں صرف استاد مطہری ہی ایک ایسے شخص تھے جو مارکسیسٹوں کے

دینی افکار کو زندہ کرنے میں شہید مطہری کا کردار

استاد مطہری ان شخصیتوں میں سے ایک تھے کہ جنہوں نے اسلامی افکار کو زندہ کرنے میں عظیم کردار ادا کیا آپ اس تمدنی یلغار کے زمانے میں جدید اسلامی افکار اور معارف اسلامی کی تجدید حیات کے علم بردار تھے۔

آپ نے اپنی پوری زندگی ہمیشہ علوم دین کو زندہ کرنے اور مسلمانوں کے بے جان جسموں میں روح پھونکنے میں گزار دی، آپ دین سے خرافات اور بے بنیاد چیزوں کو دور کرنے کی نہ صرف دوسروں کو وصیت کرتے تھے بلکہ خود بھی اس مہم میں بھرپور شرکت کرتے تھے اسی طرح آپ دین میں کسی بھی طرح کی خرافات، تہذیبی اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید کو قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے اس کے برخلاف جدید افکار اور ایجاد کی نظریات کا استقبال اور اس کی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں آپ نہ کسی شخصیت سے خوف کھاتے تھے اور نہ ہی کسی پارٹی سے بلکہ دین اسلام کے دفاع میں بڑے بڑے افراد کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے، اس لئے کہ آپ کے وجود میں غیرت دینی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

دین کی غلط تفسیر کرنے بارے میں آپ کی دردمندانہ گفتگو یہ تھی : دین مقدس اسلام ایک ناشائستہ دین ہو کر رہ گیا ہے اس کی حقیقتیں آہستہ آہستہ لوگوں کی نظروں میں تبدیل ہوتی جا رہی ہیں لوگوں کی دین سے دوری کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انہیں غلط تعلیمات دین کے نام پر دی جاتی ہیں، ایک طرف ظاہر اور مخفیانہ وسائل کے ساتھ مغربی سامراج کی یلغار اور دوسری طرف بہت سے دین کی حمایت کا دم بھرنے والوں کی کوتاہیوں کی وجہ سے اصول دین سے لے کر فروع دین تک اسلام کے تمام افکار حملہ کے زو میں آگئے ہیں، لہذا میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں اپنے امکان بھر اقدام کروں۔ (مقالہ: نگرش بر شخصیت و سیرۃ علمی استاد مطہری، پیام حوزه ش ۱۷ ص ۸۲)

استاد مطہری اسلامی افکار کے احیاء اور مسلمانوں کے نیم جان اور افسردہ جسم میں روح پھونکنے کے سلسلہ میں سب سے

پہلا قدم اٹھاتے ہیں کہ اس بے دینی اور لوگوں کی حق سے دوری کے اسباب تلاش کرتے ہیں، اس سلسلہ میں آپ نے "مادہ پرستی کی طرف رجحان کی علتیں" کے عنوان کے تحت ایک کتاب تحریر کی، اس میں آپ نے مغرب میں مادہ پرستی کی طرف رجحان اور معنویت اور دین سے دوری کے بنیادی اسباب بیان کیے ہیں اور ان غرب زدہ روشن فکروں کو اسلامی حقائق سے آشنا کیا کہ جو مغربی تہذیب کی بغیر سوچے سمجھے تبلیغ کرتے ہیں اور ان سر پرچمرے اور خود فروش مسلمانوں کو انکے دینی تعلیمات کا وزن بتانے کی کوشش کی ہے کہ جن کی آنکھوں کو مغربی تمدن کی ظاہری چمک دھمک نے اندھا کر دیا ہے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مغربی مفکر مختلف دلیلوں کی بنیاد پر جن مذاہب کو فرسودہ بنا کر انہیں ترک کرنے کی بات کرتے ہیں اور دین کو اندھی تقلید سمجھتے ہیں ان کی یہ دلیلیں انہیں مذاہب کے سلسلہ میں درست ہیں جو مغرب میں مذہب کے طور پر جانے جاتے ہیں اور وہاں

ایک سمینار میں تقریر کرتے ہوئے استاد مطہری نے فرمایا: اقبال اس نکتہ کی طرف متوجہ تھے کہ اسلام مسلمانوں کے درمیان موجود ہے بھی اور نہیں بھی، اسلام موجود ہے اس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شعائر اسلامی مسلمانوں کے درمیان موجود ہیں۔ مثلاً: مسجدوں سے اذان کی آواز سنائی دیتی وقت نماز لوگ مسجد کی طرف جاتے ہوئے اور نماز ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بچہ کی ولادت کے وقت اسلامی رسوم کی ادائیگی ہوتی ہے، مسلمان اپنے مردوں کو اسلامی طریقہ پر غسل و کفن دیکر دفن کرتے ہیں اور عام طور سے ان کے نام بھی اسلامی ہیں وغیرہ لیکن اسلام کی روح اور جان نہیں پائی جاتی، اسلامی معاشرے سے روح اسلام ختم ہو چکی ہے، اسی وجہ سے علامہ اقبال اعتقاد رکھتے تھے اسلام کی حیات کی تجدید ضروری ہے اور یہ کوئی ناممکن کام نہیں ہے اس لئے اصل اسلام ابھی زندہ ہے کیونکہ خدا کی کتاب اور سنت پیغمبرؐ موجود ہے اور یہ ایسی

راج ہیں ان کی یہ باتیں کسی بھی طرح دین اسلام پر منطبق نہیں ہوتیں، دین اسلام ایک متحرک اور زندہ دین ہے اور تمام انسانوں کو زندگی کی طرف دعوت دیتا ہے استاد مطہری فرماتے ہیں: اسلام ہمیشہ حیات اور زندگی کی بات کرتا ہے اور اس زندگی کی طرف دعوت دیتا ہے کہ جو علم و دانائی سے بھرپور ہے، قرآن مجید میں جو خدا کو "حی" (زندہ) کہا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا گوشت، پوست اور جسم رکھتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دانا اور توانا ہے اسلام کے قوانین علم و حکمت کے قوانین ہیں۔ قرآن کے مطابق اگر فکر علم و دانش اور طاقت و تحرک کا سبب نہ بنے بلکہ سستی اور لاعلمی کا سبب ہو تو وہ اسلامی فکر نہیں، اسلام زندگی کا درس دیتا ہے اور زندگی لاعلمی، عاجزی اور کمزوری کے ساتھ سازگار نہیں۔ (جلوہ ہای معلیٰ استاد مطہری ص ۱۳۰)

شاعر مشرق علامہ اقبال کے سلسلہ میں منعقد ہونے والے

زندہ چیزیں ہیں کہ ابھی تک ان سے بہتر چیز کوئی نہیں پیش کر سکا۔

پھر فرماتے ہیں کہ "حیات اسلامی اور حیات تفکر اسلامی" جیسی اصطلاحات خود قرآن سے ماخوذ ہیں، کوئی من گھڑت چیز نہیں، یہ دوزندگی کی واضح اور روشن علامتیں ہیں، کسی معاشرے کے افراد کا آپس میں اتحاد اس معاشرے کی زندگی کی علامت ہے، اور افراد کا ایک دوسرے سے اختلاف اس معاشرے کے مردہ ہونے کی دلیل ہے۔"

دینی کج فکری کے خلاف جنگ

شہید مطہریؒ ایک ایسے دینی رہبر تھے جو ان اخراجات اور کج فکریوں کے خلاف جنگ کرنے میں کسی بھی مصلحت اندیشی اور چشم پوشی سے کام نہیں لیتے تھے، جنہیں دین کے نام پر پیش کیا جاتا تھا، اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں: "اس طرح کے انحرافی افکار و طرح سے نفوذ کرتے ہیں؛ ایک دشمنوں کی

طرف سے وہ اس طرح کہ جب کوئی اجتماعی تحریک عروج پر پہنچتی ہے اور دوسرے مکاتب فکر اس کے تحت الشعاع چلے جاتے ہیں تو ان مکاتب فکر کے پیروکار اس تحریک میں نفوذ کرنے اور اس کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لئے اس میں ایسے افکار وارد کر دیتے ہیں جو اس تحریک اور مذہب کی روح سے سازگار نہیں ہوتے اس طرح آہستہ آہستہ وہ تحریک اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے اور ضعیف ہو جاتی ہے۔

اس کی مثال صدر اسلام میں بہت واضح طور پر پائی جاتی ہے، جب اسلام عالم گیر پیمانہ پر پھیل گیا اور اس کا پرچہ جگہ جگہ ہونے لگا تو اسلام کے نام پر لوگوں نے اپنے من گھڑت خیالات کو پیش کرنا شروع کیا، اسرائیلیات، مجوسیت اور مانویات جیسے مفاہیم اسلام کے نام پر حدیث، تفسیر اور دیگر علوم اور عقائد اسلامی میں وارد کئے گئے، اور اس کا نتیجہ جو ہوا وہ ناگفتہ ہے، خوش قسمتی سے علماء اسلام (البتہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں) اس

نکتہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور کافی حد تک اس ناسور کا مقابلہ کرنے میں کامیاب رہے۔

دین کو کبھی دوستوں کی طرف سے بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور وہ اس طرح سے کہ بعض اوقات دین کے پیروکار لاعلمی کی بنیاد پر بعض دیگر مکتب فکر کے نظریوں سے متاثر ہو جاتے ہیں، اور جان بوجھ کر یا انجانے میں ان نظریوں کو دین کا نام دے دیتے ہیں۔ (بررسی اجمالی نہضت ہای اسلامی در صد سالہ اخیر، ص ۸۸)

استاد مطہری خود بھی ان انحرافات کے مقابل میں ڈٹے رہے اور محکم دلیلوں کے ساتھ پوری قدرت سے ان کا مقابلہ کرتے رہے اور اعتقادی مسائل میں انحرافات سے مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں کبھی مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا اور پورے خلوص کے ساتھ غلط افکار کا روشن اصولوں کے مطابق مقابلہ کرتے رہے۔

دین کی برتری ثابت کرنے کی فکر

اسلام کی عزت اور اسکے قلمرو کی حفاظت کے ساتھ قرآن کی منطق کی دیگر تمام منطقوں پر برتری، معاشرہ میں احکام دین کی ترویج، وحی کے معارف اور حقائق کی تعلیم، نیز اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت آپ کی زندگی کا حقیقی نصب العین شمار ہوتے ہیں آپ کی کوشش یہ تھی کہ لوگوں کی زندگی کو اسلامی افکار اور دینی اقدار کے مطابق ڈھالاجائے لوگ نفاق اور جھوٹ کو اپنی زندگی سے یکسر ختم کر دیں۔

گھریلو زندگی کے مسائل اسلام میں خواتین کے حقوق کا نظام اور اسلام اور زمانہ کے تقاضے وغیرہ ایسے مسائل ہیں کہ جن کو آپ نے معاشرے کے سامنے پیش کر کے دین کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ دین اسلام کسی بھی میدان میں انسان کو تنہا اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

بطور احسن حکومتوں کو چلایا ہے اور دوسری طرف دنیاوی سیاست مداروں کی ناکامیابی کے نمونہ بھی پیش کئے، آپ نے واضح کیا کہ اسلام ہمارا ہدف ہے نہ کہ دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ اور ہمارا مقصد حکومت اسلامی قائم کرنا ہے اور ظاہر ہے حکومت اسلامی ایسے افراد ہی کے ذریعہ قائم کر سکتے ہیں جو اسلام کی روح سے واقفیت رکھتے ہوں، صرف یونیورسٹی سے اسلام شناسی کی سند دریافت کر لینا روح اسلام سے واقفیت کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے خون جگر پینا پڑتا ہے لہذا یہ روشن فکر افراد جو اصلاح اور خدمت خلق کا دم بھرتے ہیں ان کے لئے بہتر ہے کہ یہ کسی دوسرے محاذ پر خدمت انجام دینے کی سوچیں اور دین کو اہل دین کے لئے چھوڑ دیں، دین کی خدمت وہی افراد کر سکتے ہیں جنہوں نے دینی ماحول میں پرورش پائی ہو جو صبح و شام دین کی باتوں اور دین کی ترویج میں صرف عمل رہے ہیں۔

اسلام انقلابی دین ہے یہ انسان کو بلند اقدار کی طرف لے جاتا ہے خدا بھی بلند مقاصد اور بزرگ اہداف کو پسند کرتا ہے اور اپنی مخلوق کو اعلیٰ امور کی دعوت دیتا ہے۔

قرآن اور اسلام کی مسلمانوں کی عزت پر تاکید، قرآن مجید کی تعلیمات کی برتری کا اہتمام، بلندی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لئے اپنی پوری قوت کو استعمال میں لانے کی دعوت یہ تمام چیزیں اسلام کے وجود میں نوید انقلاب کی عظیم دلیل ہیں۔

استاد مطہری مسلمانوں کے اغیاط کا ایک سبب دین سے انقلاب کی روح کا جدا ہونا جانتے ہیں آپ کہتے تھے کہ کر بلا صرف کریہ کرنے کے لئے وجود میں نہیں آئی بلکہ اس سے ہم کو انقلاب کا درس لینا چاہئے ائمہ معصومین انسانی زندگی کے لئے ہر قدم اور ہر جہت سے نمونہ عمل ہیں آپ کی کوشش یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں سے اس فکر کو نکال دیں

استاد مطہری نے دین کی برتری کو ثابت کرنے اور یہ بتانے کے لئے کہ دین انسان کی زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق احکام اور اس کی ہر بیماری کا علاج رکھتا ہے کچھ اصول اور قواعد بتائے ہیں جن میں بعض یہ ہیں:

۱۔ دین کے تمام تعلیمات فطرت سے ہم آہنگ ہیں

استاد مطہری کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر دین کے حقائق اور معارف کا حسن انسان کی پاک فطرت اور عقل سلیم پر اجاگر کر دیا جائے اور انسان کو دین کی ضرورت کا احساس دلایا جائے تو لوگ خود بخود دین کی طرف آئیں گے اور نہ صرف یہ کہ دین پر عمل کریں گے بلکہ اس کی حفاظت بھی کریں گے اور اس کی تبلیغ بھی ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے اندر ہم دین کی ضرورت کے احساس کو بیدار کریں اور اس ضروری چیز کو ضرورت مند بشریت کے سامنے پیش کرنے کا ہر جان لیں

۲۔ دین میں انقلاب کی روح پھونکنا

کہ ہم کہاں اور ائمہ معصومین کہاں؛ ہم بھلا ان تک رسائی کیسے حاصل کر سکتے ہیں کہاں ہم خاک کے پتلے اور کہاں وہ نور کے پیکر؟ درست ہے کہ ائمہ کی منزلت بہت بلند ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کی راہ پر نہیں چل سکتے۔ (جلد حوزہ، ش، ۶۷، ص ۱۳)

۳۔ دین کے چہرے سے خرافات کی غلاظتوں کو دور کرنا اصلاحی تحریکوں کے لئے، خرافات، جاہلانہ تہذیب کے باقیماندہ اثرات اور دین سے بے گانہ رسم و رواج سب سے پیچیدہ رکاوٹیں ہیں یہ رسم و رواج اس وقت اور زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں جب دینی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اسی لئے انبیاء اور معصومین کا سب سے بڑا جہاد خرافات کے مقابل میں تھا، ایسی ثقافت سے مقابلہ جو بظاہر مقدس تھی زمانے کے مقدس ترین افراد اس کی پشت پناہی کرتے تھے اور اپنی پوری قوت سے اس کی ترویج کرتے تھے ان لوگوں نے اپنے ذاتی مفاد کی

خاطر لوگوں کو دین جیسی قیمتی اور زندگی ساز دولت سے محروم کر رکھا تھا۔

استاد مطہری اپنی پوری طاقت کے ساتھ خرافات پھیلانے والوں کے خلاف اٹھے اور لوگوں کے شورغل سے ذرہ برابر بھی خوفزدہ نہیں ہوئے کفر کے فتوے اور طرح طرح کے الزامات بھی آپ کو اس راہ پر چلنے سے نہ روک سکے آپ نے اپنی جنگ کو جاری رکھا اور دین اسلام کی مقدس تعلیمات کے درمیان پیدا کی گئیں خرافات کی نشان دہی کرتے رہے آپ نے اس جہاد میں اتنی کوشش کی کہ دوسرے افراد آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور بہت سے لوگ آپ کے قافلہ کے ساتھ آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ (جلد حوزہ، ش، ۶۷، ص ۱۳)

۴۔ عقل محوری

استاد مطہری کا یہ عقیدہ تھا کہ جو لوگ صرف ظاہر پر اکتفا کرتے ہیں اور منقولات سے آگے بڑھنے کی جرأت

ملک پر چھا جاتی ہیں اور اس سرزمین کے لوگوں کو بدست اور اپنے سے بے خبر کر دیتی ہیں جب لوگ پوری طرح بیہوش ہو جاتے ہیں انھیں اپنی فکر نہیں رہتی تو پھر دشمن اسلحوں سے لیس فوج کو اس ملک میں بھیجتا ہے وہ اسلحہ توپ ٹینک اور گولابروڈ نہیں ہوتا بلکہ جدید ٹکنالوجی اور بظاہر ملک کی تعمیر کے وسائل ہوتے ہیں لوگ پہلے سے ہی مدہوش ہو چکے ہوتے ہیں لہذا ان کی باتوں کو بہ آسانی قبول کر کے ان کے آبادی اور عمرانی کے جھوٹے نعروں کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اور حملہ آور ملک بہت آسانی سے ان لوگوں پر قبضہ جمالیتا ہے۔ ایسے زمانہ میں لوگوں کو اس قید سے آزاد کرنا بڑا سخت ہے کیونکہ انسانوں کے اذہان دشمنوں کی باتوں سے بھرے ہوئے ہیں ان باتوں کو ذہن سے نکال کر اس میں اپنی بات پہچانا بہت مشکل کام ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ دشمن نے کس جگہ سے گھات لگائی ہے اور کس اسلحہ کا استعمال کیا ہے کیونکہ اس

اور ہمت نہیں رکھتے ایسے افراد دوسری تہذیبوں سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ جو افراد اپنی منزلت کو سمجھتے ہیں اپنی قیمت کو پہچانتے ہیں اور عقل و منطق کا سہارا لیتے ہیں فکروں کی جولانی میں وہی لوگ بلند مقام حاصل کر سکتے ہیں، اسلام بھی عقل محوری پر زور دیتا ہے اور اندھی تقلید کا سخت مخالف ہے۔

۵۔ اسلام کی سرحدوں کی نگہبانی

گزشتہ زمانہ میں الحادوی فکریں اتنی زرق و برق کے ساتھ جلوہ گر نہیں ہوئی تھیں دیگر طاغوتی طاقتیں اتنی آب و تاب کے ساتھ حملہ آور نہیں ہوتے تھے ثقافتی یلغار کا اتنا زیادہ بول بالا نہیں تھا جتنا آج کے زمانے میں ہے دوسری حکومتوں پر قبضہ کرنے کے لئے تلوار کی چمک اور سکوں کی کھٹک کام میں لائی جاتی تھی لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے آج کے زمانے میں سب سے پہلے طہانہ فکریں بیہوش کرنے والی گیس کی طرح پورے

کی تشخیص کئے بغیر اس کے حملے کو ناکارہ بنانا ممکن نہیں
استاد مطہری ان ہارکیوں اور پیچیدگیوں سے آشنا تھے اور اسی
آشنائی کے مطابق اس ثقافتی یلغار کے خلاف ایک بہادر سپاہی کی
طرح اٹھ کھڑے ہوئے تھے آپ اسلام کی سرحدوں کی
حفاظت کرنے والے ایک سچے، ہوشیار، اور بہادر سپاہی تھے آپ
دشمن کی چھوٹی بڑی تمام نقل و حرکت کا بغور جائزہ لیتے تھے
اور ایمان کی قوت کے ساتھ ماہرانہ طریقہ سے دشمن کے
حملوں کو ناکام کر دیتے تھے۔

آپ اچھی طرح جان چکے تھے کہ جدید فکریں صرف
ادیان الٰہی سے مقابلہ کرنے پر اکتفاء نہیں کریں گی بلکہ
اس کی جگہ پر لحدانہ افکار کی جانشینی کریں ہیں یہ افکار انسان
کو یہ یاد کرانے کی کوشش میں ہیں کہ نئے افکار ہی بشریت
کو نجات دلا سکتی ہیں شہید مطہری نے ان سب ہارکیوں کو
نظر میں رکھ کر دشمن سے مقابلہ پر کمر کس رکھی تھی، آپ

دقیق مطالب کو بالکل سادہ زبان میں اس طرح بیان کر دیتے
تھے کہ طالب علم بہت آسانی سے ان کو سمجھ لیتا تھا آپ کی
اسی صفت نے آپ کو حوزہ اور یونیورسٹی کے طلاب کے
درمیان ہر دو عزیز بنا رکھا تھا،

فلسفہ کو سادہ زبان میں بیان کرنا لوگوں کو اسلامی فلسفہ سے
آگاہ کرنا اور لوگوں کے ذہنوں سے فلسفہ کے سلسلہ میں حقارت
کو دور کرنا استاد مطہری ہی کا کام تھا۔ (مطہریؒ مطہر اندیشہ
ہا، ص ۵۲۱)

استاد مطہری مبلغین کے بارے میں بھی یہی فرماتے تھے
کہ وہ مبلغ اپنی تبلیغ میں اور وہ دعوت کرنے والا اپنی دعوت
میں کسی نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جس کا بیان مکمل حقیقت
پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ سادہ اور واضح ہو۔ (مجلد
بصائر، مقالہ: ضرورت تحول در برابر دشواری ہای تبلیغ با نگرش
بر آثار استاد مطہری، ش ۱، ص ۱۷)

سے موضوع گفتگو کے سلسلہ میں موجود دانشوروں کے اقوال اور اس موضوع کی تاریخی حیثیت بیان کرتے تھے تاکہ شاگرد یہ نہ سمجھے کہ یہ بحث نئی ہے اس مقدمہ سے شاگرد پوری طرح آمادہ ہو جاتا تھا اور ذوق و شوق کے ساتھ بات سنتا تھا۔

۲۔ آپ منطق اور فلسفہ میں مہارت رکھتے اور ایک قوی فکر کے مالک تھے لہذا آپ دینی تدریس میں اپنی فکر کے ساتھ ساتھ منطق اور فلسفہ سے پورا فائدہ اٹھاتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ کون سی بات کس طریقہ سے کہنی چاہیے۔ موضوع کی حقیقت اور اس کے جانی مسائل کو الگ الگ بیان کر کے ان کے درمیان منطقی ربط دیتے تھے جس سے موضوع، اصلی ارکان، فرعی اور جانی مسائل پوری طرح واضح ہو جاتے تھے۔

۳۔ آپ کی ایک نمایاں خاصیت یہ تھی کہ آپ اپنے درس کے موضوع سے باہر نہیں جاتے تھے آپ بحث کی

استاد مطہری کی تدریس کا طریقہ کار

کسی بھی معاشرے کی ترقی یا تنزلی میں استاد اہم کردار ادا کرتا ہے اگر استاد خداترس ہو معاشرہ بھی خداترس ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر استاد بے دین ہوتا ہے تو معاشرہ کے بے دین ہونے میں کافی بڑا کردار ادا کرتا ہے۔

استاد مطہری حقیقت میں ایک معاشرہ ساز معلم تھے آپ معاشرہ کی نبض کو خوب پہچانتے تھے آپ اپنی تدریس میں شاگرد کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے اور ماحول اور معاشرہ کا بھی اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے اصول اور قوانین کو بھی مد نظر رکھتے تھے ہم یہاں استاد کی تدریس کی بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ استاد مطہری کے اسلوب تدریس میں ایک اہم بات یہ تھی کہ آپ بحث میں وارد ہونے سے قبل اس بحث کا ایک تاریخی مقدمہ بیان کرتے تھے۔ اپنے عمیق مطالعہ کی مدد

حدوں کو اچھی طرح جاننے تھے ایک بات کی وضاحت کرتے تھے اسی موضوع کو آگے بڑھاتے تھے۔ اور جب تک بات شاگردوں کے لئے واضح نہ ہو جائے مختلف مثالوں اور مختلف طریقوں سے اسے بیان کرتے رہتے تھے۔

جس طرح آپ خود موضوع سے خارج نہیں ہوتے تھے اسی طرح اپنے شاگردوں کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ مختلف سوالوں کے ذریعہ بحث سے باہر نکلیں۔

۴۔ استاد مطہری بہت سادہ زبان میں درس دیتے تھے موضوع گفتگو چاہے کتنا ہی سخت اور پیچیدہ کیوں نہ ہو آپ اسے اس طرح آسان کر کے بیان کرتے تھے شاگرد عیش عیش کرا لیتے۔

۵۔ آپ اپنے پورے وجود اور دل کی گہرائیوں سے تدریس کرتے تھے تدریس کرتے وقت آپ کی آواز بلند اور دلنشین ہوتی تھی پختہ دلائل اور دلچسپ انداز میں

گفتگو کرتے تھے جس کی وجہ سے نہ خود ٹھکتے تھے اور نہ شاگردوں کو خستگی اور سستی کا احساس ہونے دیتے۔

۶۔ آپ کا پورا وجود علم سے سرشار تھا علم کے درخت کی جڑیں آپ کے وجود کی گہرائیوں تک پہنچ گئی تھیں آپ درخت علم کی اپنے خون جگر سے سینچائی کرتے تھے۔ اسے ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے اپنے پورے وجود سے کوشاں رہتے، اسی وجہ سے آپ کا درس ہمیشہ شاداب اور تازہ رہتا تھا، آپ کبھی اپنے مطالعہ کو ترک نہیں کرتے تھے اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور اس کے سلسلہ میں آپ کو کوئی نئی کتاب مل جاتی تو اپنی گزشتہ معلومات پر اکتفاء نہ کرنا، بلکہ اس جدید کتاب کا بھی مطالعہ کرتے اور معاصر دانشمندوں کے افکار کے مطابق تازہ ترین نظریات پیش کرتے۔ اسی وجہ سے آپ کا درس ہمیشہ تازہ اور نیا رہتا۔

۷۔ استاد مطہری اپنے اساتید کا بہت احترام کرتے تھے

آپ جو درس دینا چاہتے تھے پہلے خود اسے ہر زاویہ سے مکمل طور پر سمجھتے تھے، آپ کے درس میں آنے والا بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ آپ نے اپنی شاگردی کے دوران اسی درس کو بخوبی سمجھا ہے اور دل و جان سے حاصل کیا ہے، جب تک کسی موضوع پر پوری طرح تسلط حاصل نہیں ہوتا آپ اس کی تدریس نہیں کرتے تھے۔

۱۱۔ اپنے درس میں اگر کسی کی بات پر تنقید کرنا ہوتی تو بالکمال احرام اس شخص کا تذکرہ کرتے کبھی بھی کسی کی شخصیت کی توہین نہیں کرتے تھے۔

۱۲۔ اگر آپ کو کسی کتاب پر تبصرہ کرنا ہوتا تو مطالعہ کے دوران اس پر حاشیہ لگاتے اور تنقید اور تبصرہ کے بعد شاگردوں سے بھی کہتے کہ آئندہ درس میں اس کا مطالعہ کر کے آئیں اور میری گفتگو پر تبصرہ کریں۔

اور تدریس کے وقت اگر کسی استاد کا قول نقل کرتے تو ان کا نام پورے القاب اور نہایت احترام کے ساتھ لیتے، آپ کے عظیم الشان اساتید میں حضرت آیت اللہ بروجردی، حضرت آیت اللہ علامہ طباطبائی حضرت امام خمینی قابل ذکر ہیں۔

۸۔ علوم کے باہمی رابطہ سے آپ بخوبی واقف تھے اور درس کے دوران اس رابطہ کو بیان بھی کرتے تھے، اگر ضروری سمجھتے تو ایک موضوع کو مختلف علوم کی روشنی میں واضح کرتے، جس سے آپ کے مختلف علوم پر احاطہ کا پتہ چلتا ہے۔

۹۔ آپ کے دروس عام طور سے جہت حق سے ہوتے یعنی شاگرد کو احساس ہو جاتا کہ یہ گفتگو اس کے کس فائدہ کی ہے اور اس سے کس جگہ پر استفادہ کیا جاسکتا ہے آپ کا درس صرف چند گھنٹی جتنی باتوں اور اعتباری مطالب پر مشتمل نہیں ہوتا تھا۔

۱۰۔ آپ کے درس کی ایک اہم خاصیت یہ تھی کہ

استاد کی نظر میں مطالعہ کا طریقہ

استاد مطہری بے لطم اور بے قاعدہ مطالعہ کے مخالف تھے اسی لئے فرماتے تھے کہ لوگ ہوش و استعداد اور فہم و حافظہ کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، سمجھدار لوگ اپنے حافظہ سے صحیح استفادہ کرتے ہیں جب کہ ناسمجھ لوگ سوچتے ہیں کہ حافظہ ایک انبار کے مانند ہے جسے ہمیشہ بھرا ہوا ہونا چاہیئے اور ہمیشہ اس میں چیزیں بھرتے رہنا چاہیئے۔

ایک سمجھدار انسان اپنے حافظہ سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے سب سے پہلا قدم جو اٹھاتا ہے وہ یہ کہ اپنے حافظہ کی قدر شناسی کے سبب ہر چیز اس میں بھرنے سے پرہیز کرتا ہے اور یہ خیال رکھتا ہے کہ اسے اپنے ذہن اور حافظہ میں کون سا علم محفوظ کرنا ہے اور کس بے فائدہ معلومات سے بچنا ہے پھر فائدہ مند معلومات میں سے بھی جو چیزیں زیادہ نفع بخش ہیں ان کو محفوظ کر لیتا ہے اور ایک امانتداری طرح نہایت

غور و فکر سے اپنی معلومات کو ترتیب دیتا ہے انسان کے لئے ضروری معلومات ذہن و حافظہ میں منظم طریقے سے محفوظ نہ ہو جائیں تب تک کسی دوسرے موضوع کے سلسلہ میں مطالعہ نہ کرے کیونکہ اگر انسان آج مثال کے طور پر تاریخ کا مطالعہ کرے کل نفسیات سے متعلق کتب کا مطالعہ کرے اور اس کے بعد پھر کسی تیسرے موضوع کے سلسلہ میں مطالعہ کرے تو گویا اس کا حافظہ ایک بے لطم انبار کے مانند ہو جائے گا۔

سمجھدار انسان ایک ہی موضوع کے سلسلہ میں تمام لازمی کتابوں کا مطالعہ کر کے حاصلہ معلومات کو منظم صورت میں ذہن نشین کرتا ہے پھر کسی دوسرے موضوع کے سلسلہ میں مطالعہ کرتا ہے ایسے شخص کا اگر حافظہ کمزور بھی ہو تو وہ اس سے بہترین استفادہ کر سکتا ہے اور اس کے ذہن کی مثال اس کتب خانہ کہ سی ہوگی جہاں کتابیں منظم و مرتب رکھی ہوں لہذا انسان جب چاہے ہر موضوع سے متعلق کتاب کو آسانی سے

حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو کتب خانے میں ہزاروں کتاب ہونے کے باوجود کسی موضوع کے بارے میں کتاب حاصل کرنا بیکار ہے۔

استاد کی نظر میں تحقیق کا طریقہ

استاد اپنی زندگی کے ہر پہلو کی طرح تحقیقی میدان میں بھی منظم تھے۔ لہذا کسی بھی موضوع کے سلسلہ میں خلاصہ نویسی اور اہم نکات کو منظم صورت میں یادداشت کرنا ہی ان کا شیوہ تھا لہذا آپ کی یادداشتیں دو طریقے کی تھیں:

۱۔ ایسی یادداشتیں جو کسی خاص موضوع سے متعلق تھیں جیسے کہ قرآن، حضرت علی علیہ السلام، فلسفہ وغیرہ۔

۲۔ ایسی یادداشتیں جو مختلف موضوعات سے متعلق تھیں اور ان کے سلسلہ میں ابھی کام باقی تھا۔

تحقیق کے سلسلہ میں دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ تحقیق ایسے موضوع کے بارے میں ہونا چاہئے جو سماج کی ضرورت ہو، شاید اسی وجہ سے بے فائدہ تحقیقوں کو دیکھ کر استاد کو کبیدہ خاطر ہوتے تھے۔

علمی و دینی مطالب پیش کرنے کی جدید روش

استاد علمی اور دینی مطالب پیش کرنے میں دو خصوصیت کے حامل تھے:

۱۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ مطالب عام فہم اور جذبات ہوں۔

۲۔ مطالب پیش کرنے میں سماج کی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے تھے۔

منافقانہ افکار کی نفادی میں آپ خاص مقام رکھتے تھے کیونکہ آپ نے دوسروں سے کافی پہلے اس خطرے کو محسوس کر لیا تھا۔ آپ کے زمانے میں کفر و شرک و نفاق جدید روش اور جدید تصویر کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہے تھے اسی سبب آپ نے نہایت ظرافت کے ساتھ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے اسلام کی حقیقی فکر سے لوگوں کو آشنا کیا اور اپنا فرض ادا کیا اور آخری لمحات تک دین اور ملی فقیہ کی حمایت کرتے رہے۔

یونیورسٹی، عوام اور جوان

استاد مطہری نے ۲۵ سال سے زیادہ یونیورسٹی میں منعقد سینار، علمی نشستوں اور مباحثوں، اساتید و طالب علم سے ملحق رہتے ہوئے وہاں موجود کج فکریوں، ناپختہ اندیشوں اور نفسیاتی مشکلات کا مقابلہ کیا۔

آپ کی علمی شخصیت اور سنجیدہ گفتگو نے یونیورسٹی کے گزرتے ماحول میں نہایت مثبت اثر ڈالا چنانچہ ایک اسلام شناس کے عنوان سے بھی آپ یونیورسٹی میں مقبول خاص دعاء تھے۔ عام لوگوں کے ساتھ آپ کا رابطہ ہمیشہ برقرار رہا اور علمی مصروفیات کے باوجود کبھی آپ نے عوام کے درمیان گفتگو سے پرہیز نہیں کیا۔ عوام کے درمیان بھی ایسے مسائل کے بارے میں گفتگو کرتے رہے جن کی سماج کو ضرورت تھی اور اس طرح عین سے عین مسئلوں کو بھی سادہ زبان میں لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

استاد مطہری ایسے کامیاب علماء میں سے تھے جنہوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ جوانوں کی راہنمائی کے لئے وقف کر دیا تھا کیونکہ ان کی نظر میں جوان ملک و قوم کا مستقبل ہیں لہذا ان کی راہنمائی اور ہدایت کو ہدف مانتے تھے۔

البتہ جوانوں سے ملنے جلنے کا طریقہ بہت اہم ہے اور اس میں افراط و تفریط نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا استاد مطہریؒ اپنی فراست اور سنجیدگی کی بنیاد پر جوانوں کے احساسات و افکار کو خوب سمجھتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔